

ماہنامہ بچوں کی دنیا

Monthly BACHON KI DUNIYA, New Delhi



قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش



تمام تر رنگین صفحات اور جدید خوب تصاویر سے مزین ماحول عالمی جریدہ جسے آپ ہوری دنیا میں اردو زبان کے کسی بھی ماحول سے بہتر نہیں کہے۔ اردو کو آج کی دنیا سے جوڑنے والا اور عام اردو فکری و ادبی حلقوں کی دلچسپی کے ساتھ طلباء و اساتذہ کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنے والا اردو کا ماحول

ہر شمارے میں پڑھے، اردو کے ادبی شاہکاروں کے علاوہ، علمی مضامین، ادبی انٹرویو، تاریخ، سائنس، صحافت، نئی کتابوں پر تبصرے، قومی اردو کونسل کی سرگرمیوں، سمیناروں اور فروغ اردو سے حلقہ نئی کاوشوں کا احوال اور بہت کچھ!

فی شمارہ: 15 روپے، سالانہ: 150 روپے

اردو زبان میں علم و آگہی کا معتبر ادبی جریدہ

سرای فکر و تحقیق

قومی اردو کونسل کی مندرجہ پیش کش



اردو زبان و ادب سے حلقہ اہم تعلیمی و تحقیقی موضوعات پر نگراں نگیز اور تلاش و جستجو کو گنج سے دینے والے مواد کے ساتھ ہر تین ماہ بعد منظر عام پر آنے والا نہایت سمجیدہ علمی مجلہ خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کا مشورہ دیں! ہفت روزہ خریاروں کے لیے سالانہ قیمت: 100 روپے، فی شمارہ: 25 روپے (قومی اردو کونسل کی ویب سائٹ <http://www.urducouncil.nic.in> پر بھی دستیاب)

آج ہی اپنے نزدیک بک اسٹال سے طلب کیجیے یا ہمیں لکھیے

شعبہ فروخت: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی 110086، فون: 26109746، فکس: 26108159
E-mail: ncpul@saleunit@gmail.com, sales@ncpul.in



بچوں کی دنیا

جلد: 7 شماره: 01 جنوری 2019

مدیر: ڈاکٹر شیخ عقیل احمد

نائب مدیر: ڈاکٹر عبدالحی

ناشر اور طابع

ڈاکٹر قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل - محکمہ اعلیٰ تعلیم، حکومت ہند
فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9، انٹرنیٹ ٹیوشن ایریا،
جسولہ، نئی دہلی - 110025
فون: 49539000

شعبہ ادارت: 11-49539009

ای میل

bachonkiduniya@ncpul.in
editor@ncpul.in

ویب سائٹ

http://www.urducouncil.nic.in

قیمت: 10 روپے، سالانہ 100 روپے

اس شمارے کے قلم کاروں کی آراء سے قومی اردو کونسل
اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

Total Pages: 64

بچوں کی دنیا کی خریداری کے لیے چیک، ڈرافٹ یا منی آرڈر
بنام NCPUL، شعبہ فروخت کے پتہ پر بھیجیں اور وضاحت
طلب امور کے لیے ویب رابطہ فرمائیں۔

شعبہ فروخت

ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم
نئی دہلی - 110066
فون: 26109746

ای میل: sales@ncpul.in
ncpulsaleunit@gmail.com

علاقائی مرکز: 110-7-22 جگر ڈفلور، ساجد یار جنگ کمپلکس
بلاک نمبر 1-5، پتھر گئی، حیدر آباد - 500002

فون: 040-24415194

04	اپس کی باتیں	مدیر کا خط
05	ڈاک خانہ	بڑوں کی باتیں
06	یوم جمہوریہ	جشن جمہوریہ
08	چھبیس جنوری	
09	یوم جمہوریہ کی پرچہ	
12	جمہوریت زندہ باد	
13	چھبیس جنوری	
14	لیونٹالستانی	مضامین
17	انڈین میوزیم کلکتہ	
21	کھلیلی آدس سال نو ہے	نظمیں
22	سال نو کا ترانہ	
22	نیا سال آیا	
23	جان ہے تو جہان ہے	مضمون
28	موہنی ڈاکٹر	ڈراما
31	رب کے آگے جھکنا نیکو	نظمیں
32	عیندے جاگی سردی	
33	میتا	کہانیاں
35	دادا جان کی کہانی	
37	زمین	بات تصویر کہانی
41	شہر میں جنگل	قسط وار
50	ریڈ کر اس	کہکشان
51	پارکر: سورج کا نیا پڑوسی	
53	اچھی سوچ	
54	علم	
54	اقوال نرژین	
56	ہنسی کے غبارے	
57	بٹی	نہے فنکار
57	گھاس اور پھل	
58	تعلیم کی اہمیت	
59	ماحول	
60	بچوں کی پیشنگ	
62	اردو فیس بک	آپ کی باتیں

آپس کی باتیں

پیارے دوستو! عیسوی سال 2019 کا پہلا شمارہ حاضر ہے۔ جس وقت یہ شمارہ آپ کے ہاتھوں میں پہنچے گا سردیاں پورے زوروں پر ہوں گی۔ ہمارے ملک کا موسم بھی عجیب و غریب ہے۔ ایک ہی وقت میں ہمارے ملک کے مختلف علاقوں میں الگ الگ موسم ہوتے ہیں۔ ابھی شمالی ہند میں جہاں سردیاں پڑ رہی ہیں وہیں ملک کے مغربی حصوں میں سردی اور ہلکی گرمی کا ملا جلا سنگم دیکھنے کو ملتا ہے اور ادھر کشمیر اور پنجاب کے علاقے میں کڑا کے کی ٹھنڈ پڑ رہی ہے۔ ہمارے یہاں کے کچھ علاقے ہل انٹینشن کہلاتے ہیں۔ وہاں سالوں بھر خوشگوار موسم رہتا ہے اور سردیوں میں تو ٹھنڈ مزید بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح سمندر کے قریبی علاقوں میں سردیاں کم ہوتی ہیں اور وہاں مئی جون، جولائی میں ٹمپرچر بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ ہمارے یہاں ادھر کچھ برسوں سے یہ بھی ہو رہا ہے کہ موسم کی اچانک اور بے وقت تبدیلی سے انسانی زندگی درہم برہم ہو جاتی ہے۔ سردیوں کی شدت سے بڑی تعداد میں لوگ جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ اسی طرح سیلاب کی تباہی کا حال ہم سب کو اخباروں اور ٹی وی سے معلوم ہوتا رہتا ہے۔ آخر ایسا کیوں ہے کہ ہمارے یہاں کا موسم اس قدر تیزی سے تبدیل ہوتا ہے۔ جہاں بارش ہونی چاہیے وہاں خشک سالی ہے اور جہاں بارش نہیں ہونی چاہیے وہاں سیلاب آرہا ہے۔ ان موسمی تبدیلیوں کے ذمے دار خود ہم ہیں۔ ہم نے اپنی زندگی بہتر بنانے کے لیے پیڑ پودوں کو کاٹ دیا۔ جنگلوں کو ختم کر دیا، بے شمار کارخانے لگا لیے جس کے نتیجے میں گلوبل وارمنگ کا خطرہ منڈرانے لگا اور قدرت کا بنایا ہوا سارا نظام درہم برہم ہو گیا اور ہمیں اس طرح کے مسائل پیش آرہے ہیں۔ بڑھتی ہوئی آبادی بھی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ شہروں میں اتنی بڑی آبادی کے لیے پانی، بجلی اور دیگر وسائل کی کمی ہوتی جا رہی ہے۔ ساتھ ہی فیکٹریوں، کارخانوں اور بڑھتی ہوئی گاڑیوں کی وجہ سے آب و ہوا بھی آلودہ ہو رہی ہے اور ان سب کا اثر انسانوں پر ہو رہا ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے ہم کم از کم اپنی اپنی سطح پر آب و ہوا کو گندہ نہ کریں اور اپنے گھروں کے آس پاس ممکن ہو تو پیڑ پودے ضرور لگائیں تاکہ ہمیں صاف ہوا بھی مل سکے اور ہماری آب و ہوا بھی بہتر ہو۔ ہمیں اپنے آس پاس صفائی کا بھی خصوصی خیال رکھنا چاہیے۔ ہمارے وزیراعظم بھی صفائی پر توجہ دیتے ہیں اور اس سلسلے میں سوچہ بھارت ابھیان کی شروعات کی گئی تھی جس کے بہتر نتائج پورے ملک میں دیکھنے کو مل رہے ہیں لیکن ابھی ہمیں اپنی اپنی سطح پر مزید کوششیں کرنے کی ضرورت ہے۔



نئے سال پر آپ سب خوب خوشیاں مناتے ہوں گے۔ اپنے اسکول میں، اپنے گھروں میں آپ سب ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں لیکن آپ نے کبھی سوچا کہ سال تو آتے جاتے رہتے ہیں لیکن آپ نے اس ایک سال میں کیا کیا ہے۔ پڑھائی لکھائی اور اسکول تو چلتے رہتے ہیں لیکن اس کے علاوہ بھی ہماری کچھ ذمے داریاں، سماج کے لیے، اپنے دوستوں کے لیے، رشتے داروں کے لیے ہیں، ان کی کسی نہ کسی بہانے کچھ مدد کی، کبھی کسی کے کام آئے؟ تعلیم ہماری زندگی کا بہت اہم حصہ ہے لیکن تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ضروری ہے اور یہ تربیت یہ اخلاق ہمیں اپنے بڑوں سے سیکھنے کو ملے ہیں۔ ہماری زندگی میں ہونے والے چھوٹے چھوٹے واقعات ہمیں بہت بڑا سبق دیتے ہیں جو ہم کتابوں سے نہیں سیکھ سکتے۔ اس لیے آپ سب سے درخواست ہے کہ آپ سب اپنی اپنی سطح پر کسی بھی ضرورت مند کی مدد کریں۔ اگر آپ کی زندگی میں اس طرح کا کوئی ایسا واقعہ ہو جو آپ کے لیے یادگار ہو تو ہمیں لکھ کر بھیجیں ہم انھیں ضرور شائع کریں گے۔ اب آپ 'بچوں کی دنیا' پڑھیں۔ اس شمارے میں یوم جمہوریہ اور نئے سال پر تحریریں شامل ہیں۔ آپ کے خطوط کا ہمیں انتظار رہے گا۔ آپ سب کو نئے سال اور یوم جمہوریہ کی ڈھیر ساری مبارکباد!

آپ کا

شفیق الحق

ڈاکٹر شیخ عقیل احمد



ڈاک خانہ



جی کے حلقہ عقیدت منداں میں مارٹن لوتھر، البرٹ آئنسٹائن، نیلسن منڈیلا، دلائی لامہ کے علاوہ، مشہور انگریز مصنف اور فلسفی مارٹن لوتھر کی شمولیت بھی تھی۔ موضوع سے متعلق اعلیٰ معیاری مواد کی اشاعت، آپ



■ 'بچوں کی دنیا' ستمبر 2018 کا شمارہ بذریعہ ڈاک موصول ہو گیا ہے۔ اس میں میرا مضمون 'نیکی کسی کی میراث نہیں ہے' بھی شائع ہوا ہے۔ رسالہ بھیجنے اور مضمون کی اشاعت کا شکریہ۔ رسالے کا معیار دیکھ کر

بہت خوشی ہوئی۔ معیاری مضامین اور نظمیں، خوبصورت طباعت، معیاری کاغذ، دلکش ڈیزائننگ اور متنوع موضوعات نے اسے نہ صرف بچوں بلکہ بالغوں کے لیے بھی انتہائی دلچسپی کا حامل بنا دیا ہے۔

طارق محمود مرزا، سڈنی، آسٹریلیا

■ 'بچوں کی دنیا' کی تمام تر خوبیوں سے باصرہ نواز ہوا۔ تمام مضامین خوب سے خوب تر ہیں۔ خصوصاً 'قدرت کا انمول تحفہ: پانی' بہت معلوماتی ہے۔ مگر پہلے پیرا گراف میں جہاں پانی کا مختلف زبانوں میں ذکر کیا گیا ہے اس میں تیلگو میں پانی کو 'نیر' بتایا گیا ہے۔ دراصل کنڑ میں 'نیر' کہا جاتا ہے۔ تیلگو میں 'نیلا' اور تامل میں 'نتی' اور 'ملیالم' یا 'ولم' کہا جاتا ہے۔ میں محترم منظر علی خاں کے اس مشورے سے صد فیصد اتفاق کرتا ہوں کہ اس رسالے کو اخبارات اور دیگر ذرائع استعمال کر کے بھی زیادہ سے زیادہ گھروں تک پہنچایا جائے اور اردو اسکولوں میں بھی یہ رسالہ جائے جہاں بچے اردو پڑھ رہے ہیں۔

شہر میں جنگل کی پہلی قسط کی اشاعت پر، آپ کے ادارے کو مبارکباد قبول فرمائیں۔ اس کے ذریعے بچوں کی موضوع سے دلچسپی بھی قائم رہے گی اور انھیں الگ پرندوں، جانوروں کے ناموں اور عادتوں سے آگاہی بھی ہوگی۔ ہنسی کے غبارے بھی اچھی اچھی شکلوں اور اچھے اچھے رنگوں میں ہیں۔ ننھے فنکاروں میں عائشہ آفرین عبدالرؤف کی ارسال کردہ 'انصاف کی پکار اچھی کہانی ہے۔'

اشفاق کارنجوی، بانڈیگاؤں، بالا پور، ضلع اکوڑ، مہاراشٹر

ریاض اللہ، منہاج نگر، جے پی نگر، پوسٹ بنگلور، کرناٹک

■ 'بچوں کی دنیا' (اکتوبر 2018) اس مرتبہ قبل از وقت موصول ہوا۔ آپس کی باتیں کے ذریعے معلوم ہوا کہ 'گاندھی





یومِ جمہوریہ



جگہ متحد ہو کر کانگریس کے نام سے ایک تنظیم بنائی۔ جگہ جگہ کل ہند کانگریس کمیٹی کے جلسے ہونے لگے۔ 1929 کو لاہور میں بھی ملک کے بڑے بڑے नेताؤں اور دلش بھکتوں نے 26 جنوری کو یہ تجویز پاس کی اور مل جل کر یہ قسم کھائی کہ انگریزوں کو اس ملک سے کسی بھی طرح بھگانا ہے اور یہ عمل ہم اس وقت تک کرتے رہیں گے جب تک ملک پوری طرح آزاد نہیں ہو جاتا۔ تبھی سے ہر سال بڑے جوش و خروش کے ساتھ اس تاریخ کو جگہ جگہ لوگوں کو اس تحریک میں شامل ہونے کو کہا گیا۔ چند خفیہ میٹنگیں بھی ہونے لگیں۔

حکومت انگریزوں کی تھی۔ ہر سال جب 26 جنوری کو لوگ متحد ہونے لگے، جگہ جگہ بغاوتیں ہونے لگیں تو انگریز افسران گھبرا گئے۔ انھوں نے خوب سختی کی۔ کافی لوگ شہید ہوئے، جیلوں میں بند کیے گئے اور ان پر ظلم کی حد ختم کر دی گئی۔ انگریزی فوجوں نے اسے دبانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ آخر کار پندرہ اگست 1947 کو انھوں نے ہندوستان چھوڑ دیا۔

انگریز یہاں تجارت کی غرض سے آئے تھے مگر سونے کی چڑیا کہلائے جانے والے ہندوستان میں رہ کر کچھ ہی دنوں میں ان کی نیت بدل گئی۔ رفتہ رفتہ ہندوستان میں قدم جما نے کے بعد ہمارے ملک کے حکمرانوں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر انھیں اپنی مکاری سے لڑانے لگے۔ ایک کا ساتھ دے کر دوسروں پر حملے کروائے۔ بعد میں انگلستان کی مدد سے خود ہی لڑنے کے لیے میدانِ جنگ میں فوج اتارنے لگے۔ پہلے سراج الدولہ کو شکست دی۔ اس کے بعد شیر ہندوستان ٹیپو سلطان کو کمزور کر کے حملہ کیا اور ٹیپو سلطان موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔

1857 تک آتے آتے لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ جرم کی حد پار ہو گئی۔ سیکڑوں لوگوں کو بلاوجہ، بغیر کسی ثبوت کے پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ انھیں عدالت تک پہنچنے نہیں دیا گیا۔ اب چھوٹے چھوٹے راجا اور نوابوں کی باری آئی۔ ان کو پٹیشن کا لالچ دے کر آپس میں لڑوایا۔ سارے ہندوستان میں کھلبلی مچ گئی۔ لوگوں میں بغاوت کی لہر دوڑ گئی۔ تمام لیڈران نے ایک





پروگرام ہوا کرتے تھے اور یہ سلسلہ کئی دنوں تک چلتا تھا۔ ہر طرف دیش بھکتی کے نعرے لگتے تھے۔ لاؤ ڈا سپیکر پر اسی طرح کے گانے بجائے جاتے تھے۔

26 جنوری ایک نہ بھلانے والی تاریخ ہے۔ اس تاریخ کو ہمیں برسوں کی ذہنی غلامی سے نکلنے کے بعد کھلی ہوا میں جینے کا احساس ہوتا ہے۔ آج کے دن میں ان سوراخوں کو یاد کرنا چاہیے، ان کے تذکرے کو عام کرنا چاہیے جن کی قربانی کی وجہ سے یہ ملک آزاد ہوا ہے۔

دنیا کی یہ پہلی حکومت ہے جہاں ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، اونچی ذات، نیچی ذات اور پہاڑی لوگوں کی کافی تعداد ایک ساتھ رہتی ہے۔ ان سب کو برابری کا درجہ دیا گیا ہے۔ یہ بھی دنیا والوں کے لیے انوکھی بات ہے۔

آج کے دن گورنمنٹ کی تمام دفاتر بند رہتے ہیں اور ہر جگہ ہمارا ترنگا جھنڈا لہرایا جاتا ہے۔ پولس والے ملک میں الارٹ رہتے ہیں تاکہ شرارت پسند گروپ اپنی کوئی چال نہ چل سکیں۔ تمام اداروں کے اوپر جھنڈا لہرانا لازمی ہے۔ آس پاس کے لوگ اس جھنڈے کو سلامی دیتے ہیں۔ دلی میں یہ بڑے پیمانہ پر منایا جاتا ہے۔ تینوں فوجیں ہندوستان کے صدر کو سلامی

ہمارے ملک کا پہلا وزیراعظم، پنڈت جواہر لعل نہرو اور پہلا صدر ڈاکٹر راجندر پرشاد کو بنایا گیا۔ اس وقت تک ملک کا اپنا کوئی آئین نہیں تھا۔ حکومت اپنی بنی اور آئین کے لیے ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر کی نگرانی میں 26 جنوری 1950 کو ایک آزاد جمہوری ملک قرار دیا گیا اور ایک آئین تیار ہوا۔ اب ہر شخص مکمل طور پر آزاد مانا گیا۔ انھیں ذہنی آزادی بھی ملی۔ اپنا دیس اور اپنا قانون کا نعرہ ہر جگہ بلند ہوا۔

واقعی 26 جنوری ہندوستان کی تاریخ میں بڑا اہم دن ہے۔ ابتدا سے لے کر برسوں تک اسکول اور کالج میں مٹھائیاں تقسیم ہوتی تھیں۔ لڑکے اور لڑکیاں بڑے جوش و خروش کے ساتھ اسکول جاتے تھے۔ انھیں تہواروں سے زیادہ خوش دیکھا گیا۔ کیونکہ انگریزوں کے ظلم سے شاید ہی کوئی گاؤں بچا ہوگا۔ ہم لوگوں نے اپنے اپنے بزرگوں سے ظلم کے واقعات سنے تھے۔ چند بڑی عمر کے لڑکوں نے اپنے سامنے کئی واقعات دیکھے تھے۔

خوشی کا یہ عالم تھا کہ 15 اگست اور 26 جنوری کو ہمارے والدین ہمیں نئے کپڑے اور نئے جوتے خرید کر دیتے تھے۔ لوگ ایک دوسرے سے مل کر خوشیاں بانٹتے تھے۔ اس روز سینما ہال اور پارک بھرا رہتا تھا۔ اسکول اور کالج میں مختلف قسم کے





چھبیس جنوری

چھبیس جنوری کا ہم جشن یوں منائیں
پرچم کشائی کر کے بھارت کے گیت گائیں
قائم رہے ہمیشہ آپس کا دوستانہ
ہندوستانیوں کو دیکھا کرے زمانہ
سارے جہاں سے اچھا ہندوستان سنائیں
چھبیس جنوری کا ہم جشن یوں منائیں
آزاد اب وطن ہے قانون بھی ہے اپنا
بابائے قوم کا اب پورا ہوا ہے سپنا
بہتر یہی ہے ان کے سپنوں کو ہم سچائیں
چھبیس جنوری کا ہم جشن یوں منائیں
کوٹاہیاں نہ کرنا چلنا نہ بھاگے بھاگے
محنت مشقتوں سے بھارت کو لاؤ آگے
دنیا کے سامنے ہم ایجاد اپنی لائیں
چھبیس جنوری کا ہم جشن یوں منائیں
اے مادرِ وطن ہے تیرا ہی نام لب پر
کیسے کرے نہ دنیا تجھ کو سلام جھک کر
جے بھارتی کا نعرہ مل جل کے اب لگائیں
چھبیس جنوری کا ہم جشن یوں منائیں

Aslam Saifi

New Style Tailor

10, Law Road

Gaya - 823001 (Bihar)

دیتے ہیں۔ یہ منظر دیکھنے کے لائق ہوتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ سارا ہندوستان اس دن صدر کے مکان کے سامنے میں بڑے خوبصورت انداز سے جمع رہتے ہیں۔

آج کے دن ہم آپس میں مل کر ملک کی حفاظت اور مستقل آزادی کے تصور کو عملی جامہ پہنائیں۔ ہم نے اندھیرے سے اجالے کی طرف جو قدم رکھا ہے اس کے لیے ہر ممکن کوشش کریں۔ اپنے تن، من دھن سے لوگوں میں پیار و محبت پھیلائیں تبھی ہمیں سہی آزادی ملے گی۔ ملک میں قومی یکجہتی برقرار رہے۔ اس کے لیے دستور میں بڑی گنجائش ہے۔ اس کا سہی استعمال کر کے جنیں تو کسی فرد کو کسی سے تکلیف نہیں ہوگی۔ بچو! آج سے ہم پھر اسی طرح 26 جنوری کو تہوار کی طرح منائیں جس طرح آزادی کے بعد آپ کے بزرگ مناتے تھے۔ ایسے موقع پر میری یہ نظم آپ کی خدمت میں پیش ہے:

سال ہر سال یونہی گزرتے رہیں
اس آئیں تمھیں خوشبوؤں کا چمن
رنگ ہر سونف میں بکھرتے رہیں
تم سلامت رہو، تم سلامت رہو

سبز پتوں سے شبنم ٹپکتی رہے
شاخِ ارماں مہکتی لچکتی رہے
آسمان سے برستی رہے چاندنی
تم جہاں ہو وہ دھرتی چمکتی رہے
تم سلامت رہو، تم سلامت رہو

تم سلامت رہو یہ دعا ہے مری
یونہی برسوں جیو یہ دعا ہے مری
ایک بوڑھے کے دل کی یہ آواز ہے
سارا جگ جیت لو یہ دعا ہے مری
تم سلامت رہو، تم سلامت رہو

Khaliquz Zaman Nusrat

Flat No: 15, B.No:4

Sai Nagar Colony

Bhiwandi - 421302 (Maharashtra)





یومِ جمہوریہ کی پریڈ

جاتی ہیں۔ آؤ بچو اب پہلے ہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ملک کے لیے یومِ جمہوریہ کی کیا اہمیت ہے۔

یومِ جمہوریہ وہ دن ہے جس دن ہمارے ملک میں دستور ہند کا نفاذ عمل میں آیا۔ اس دن حکومت ہند ایکٹ 1935 کو منسوخ کر کے دستور ہند کو اپنایا گیا تھا۔ دستور ساز اسمبلی نے دستور ہند کو 26 نومبر 1949 میں اخذ کیا تھا اور چھیس جنوری 1950 کو اس کے نفاذ کی اجازت دی اور اس طرح ہمارے مادر وطن ہندوستان میں جمہوری طرز حکومت کا آغاز ہوا۔

بچو اب باری ہے یومِ جمہوریہ کے پریڈ کے بارے میں جاننے کی۔ کیا آپ کو راج پتھ کے کنارے کھڑے ہو کر یہ پریڈ دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ اس پریڈ میں بڑے ہی جوش اور جنون سے شامل ہو رہے ہیں سی سی سی کیڈٹ کو بھی آپ نے دیکھا ہوگا۔ پریڈ میں ان کے جوش و خروش کا ایک الگ ہی منظر ہوتا ہے۔

بچو، آپ لوگوں نے یومِ جمہوریہ کی پریڈ تو دیکھی ہوگی۔ آپ اس سے بھی واقف ہوں گے کہ اس پریڈ کا اہتمام ہر برس 26 جنوری یعنی یومِ جمہوریہ کو راج پتھ پر راشٹر پتی بھون سے انڈیا گیٹ تک کیا جاتا ہے۔ اس تقریب کے آغاز میں وزیراعظم گل دستوں سے انڈیا گیٹ کے پاس امر جوان جیوتی پرگنام شہید فوجیوں کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد صدر جمہوریہ اس تقریب میں شرکت کرتے ہیں اور پرچم کشائی کرتے ہیں اور پھر قومی ترانہ گایا جاتا ہے۔ اس موقع پر اہتمام کئے جانے والے شاعر پریڈ میں فوج کے مختلف رجمنٹی (Regiments)، فضائیہ اور بحریہ سب حصہ لیتے ہیں۔ اس تقریب میں ملک کے تمام علاقوں سے نیشنل کیڈٹ کور (این سی سی) کے کیڈٹ اور مختلف اسکولوں کے بچے بھی حصہ لیتے ہیں۔ پریڈ میں مختلف ریاستوں کی جھلکیاں بھی پیش کی





جب آپ وہاں منتخب کر لیے جاتے ہیں تو پھر بنالین ٹیم میں آپ کی شمولیت ہوتی ہے۔ وہاں دو بنالین ٹیم میں آپ کا مقابلہ ہوتا ہے۔ ان میں جو بہتر کیڈٹ ہوتے ہیں ان کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ایک گروپ تشکیل دیا جاتا ہے۔ اس سطح پر آپ کو اپنے ڈائریکٹر، آئی جی سی (انٹر گروپ کمپنیشن) میں دوسرے گروپوں سے مقابلہ کرنا ہوتا ہے۔ اس کے بعد 1-2 PRE RDC اور 3 یعنی ریپبلک ڈے کمپ کے پہلے کے مقابلے ہوتے ہیں۔ پھر حتی RDC کا نمبر آتا ہے۔ ڈائریکٹر اپنی تیاریوں کے پیش نظر پری آرڈی کمپ کی تعداد میں اضافہ بھی کر سکتا ہے کیوں کہ اس سطح پر دوسرے قومی سطح کے کیڈٹ سے مقابلہ ہوتا ہے۔

پہلے پری آرڈی کمپ کے لئے کنٹینر کیڈٹ کا انتخاب کرتے ہیں جس میں آفیسر ٹریننگ اکیڈمی (OTA) یا انٹرین ملٹری اکیڈمی (IMA) کے دو ٹرینرز مدد کرتے ہیں۔ پہلے پری آرڈی کمپ میں تمام ڈائریکٹر سے تقریباً 250 پر جوش کیڈٹ کا انتخاب ہوتا ہے۔ اس میں کیڈٹ کا انتخاب پوری طرح ڈریل کی بنیاد (Drill basis) پر ہوتا

ان کو دیکھ کر دل میں خواہش ہوتی ہے کہ کاش میں بھی اپنے ملک کے اس یوم جمہوریہ پریڈ کا حصہ بنوں اور فخر سے کہوں کہ ہمارا مادر وطن ہمیں کتنا عزیز ہے۔ بچہ آپ بھی یوم جمہوریہ کے اس شاندار پریڈ کا حصہ بن سکتے ہیں لیکن اس کے لیے آپ کو نیشنل کیڈٹ کور یعنی این سی سی میں شامل ہونا پڑے گا اور پھر سخت محنت کا مظاہرہ کرنا ہوگا تاکہ آپ کا انتخاب ریپبلک ڈے کمپ (RDC) کے لیے ہو جائے۔ لیکن یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ اس کے لئے آپ کو جی جان کی بازی لگانا پڑے گی اور اپنے ہدف پر یکسوئی سے توجہ دینی پڑے گی کیونکہ ریپبلک ڈے کمپ میں شامل ہونا کسی بھی این سی سی کیڈٹ کے لیے کسی خواب سے کم نہیں ہے۔ اس میں قومی سطح پر آپ کی نمائندگی ہوتی ہے جو آپ کو پراعتماد بناتی ہے۔ یہ ہمارے ملک کی مالا مال ثقافت اور روایت سے روبرو ہونے کا موقع بھی فراہم کرتی ہے۔ دراصل یہ کمپ ایک چھوٹے ہندوستان کا نمونہ ہوتا ہے۔

آپ اسکول یا کالج جہاں بھی ہوں وہاں این سی سی کا اسکوڈرن ہوتا ہے جس میں آپ کا انتخاب ہونا ضروری ہے۔





رپبلک ڈے پریڈ کے لئے تقریباً 36 کیڈٹ کا انتخاب ہوتا ہے۔

پیارے بچو، رپبلک ڈے کمپ کے لیے منتخب ہونا اور یوم جمہوریہ کی پریڈ میں شامل ہونا بڑے ہی فخر کی بات ہے۔ اپنے گاؤں، اپنے قصبے اور اپنے شہر کی قومی سطح پر نمائندگی کرنے سے ایک منفرد شناخت ملتی ہے۔ اس کے علاوہ نائب صدر جمہوریہ، وزیر دفاع، وزیر مملکت برائے دفاعی امور، دہلی کے وزیر اعلیٰ اور فوج، بحریہ اور فضائیہ کے سربراہان سے بھی ملاقات کا موقع ملتا ہے کیونکہ یہ ہستیاں ان کیسوں کا دورہ کرتی ہیں۔ لہذا آپ لوگوں میں جو بھی این سی سی میں دلچسپی رکھتے ہوں انھیں اپنی ممتاز شناخت قائم کرنے کے لیے اور مذکورہ تمام رہنماؤں سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کے لیے جی جان سے محنت کرنی چاہیے۔ مزید معلومات کے لیے آپ این سی سی کی Red book سے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔

پہلے کمپ میں کیڈٹ کو پینٹنگ، رقص اور گلوکاری جیسے ثقافتی پروگرام میں اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کرنا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کیڈٹ قومی یکجہتی سے متعلق بیداری کے پروگرام اور ادارہ جاتی تربیتی مقابلے میں حصہ لیتے ہیں۔ جب پری رپبلک ڈے کمپ - 1 کا اختتام ہوتا ہے تو کیڈٹ کو اے، بی اور سی اسکواڈ میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اے اسکواڈ کے کیڈٹ دوسرے پری آر ڈی کمپ کے لیے بالکل تیار ہوتے ہیں جبکہ بی اسکواڈ کے کیڈٹ اوسط درجے کے خیال کئے جاتے ہیں اور سی اسکواڈ کا سفر یہیں پر ختم ہو جاتا ہے۔ کمپ کے آخری دن دوسرے آر ڈی کمپ کے لیے اس کے کرل اور گروپ کمانڈر کے ذریعے کیڈٹ کا انتخاب کیا جاتا ہے۔

دوسرے اور تیسرے رپبلک ڈے کمپ کے لیے بھی یہی طریقہ انتخاب بروئے کار لایا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی کارکردگی کی بنیاد پر کیڈٹ کی تعداد میں کمی ہوتی جاتی ہے۔ اب صرف 105 سے 110 پرجوش کیڈٹ باقی رہ جاتے ہیں جو کنڈن بن کر نکھرتے ہیں۔ اس میں سینئر اور جونیئر دونوں ہی زمرے کے لڑکے اور لڑکیاں شامل ہوتی ہیں اور بالآخر

Mohd Shamim Akhtar
S-15/7, Jogabai Ext., Jamia Nagar
New Delhi - 110025





جمہوریت زندہ باد

اپنے بھارت میں جو اجالا ہے
یہ حقیقت ہے ساری دنیا سے
سب کو یکساں حقوق جس نے دیے
کیسا چھپیں جنوری کا یہ دن
ہم سبھی احترام کرتے ہیں
ہوتا جاتا ہے ملک پھر بھی بلند
جن کے گھر تھے کبھی اندھیروں میں
یہ ہے جمہوریت کا ہی صدقہ
مسئلے وہ بھی جلد حل ہوں گے
ہیں یہاں باکمال لوگ بہت
تجھ کو جمہوریت سلام مرا

اپنے ہندوستان کو دیکھو محی
جس کی آغوش میں ہمالہ ہے

■
Mohi Baksh Qadri
6/48, Virat Khand, Gomti Nagar
Lucknow - 226010 (UP)





چھبیس جنوری

دنیا میں سرخرو ہو بھارت کا پیارا پرچم
تن من اور دھن سے گاتے چلو یہ سرگم

چھبیس جنوری وہ سوغات لے کے آئی
قومی ترانہ سب کا رنگوں کے ساتھ لائی

من کو جو بھاگئی ہے خوشیوں میں نہاگئی ہے
چھبیس جنوری کی سوغات چھا گئی ہے

دستور یہ ہمارا اصول پیارا پیارا
پیارا ہے اس کا پرچم بھارت وطن ہمارا

باپو کی سوچ دیکھو قوموں میں لوچ دیکھو
دیکھو عروج دیکھو پیارا وطن یہی ہے

چھبیس جنوری جو آئی اڑان بھر کر
دستور کو ہمارے ترکش میں لائی تن کر

ٹپو کی شان دیکھو ہاتھوں میں جان دیکھو
کٹ کے گری ہیں کڑیاں نایاب یہ رن ہے

یومِ جمہور میں ہم لہراتے خوب پرچم
ہندو سبھی وہ مسلم بھارت کے دل کی دھڑکن

■
Dr. Nasiruddin Nasir
Urdu Girls High School & Junior College
of Science Malkapur
Dist.: Buldana (Maharashtra)

چھبیس جنوری یہ برسہا برس میں آئی
دل کش حسین مناظر اپنے ہی ساتھ لائی



لیوٹا لستانی



لیوٹا لستانی کی داستان الف لیلہ کی کہانیوں کی طرح حیرت انگیز ہے۔ گویا یہ کہ ایسے ولی کی داستان حیات ہے جس کا انتقال 1910 میں ہوا۔ یہ عظیم شخص اس قدر ہر دل عزیز تھا کہ اس کی وفات سے بیس برس پہلے اس کے دروازے پر عقیدتمندوں کا ہجوم لگا رہتا تھا۔ ہزاروں لوگ دور دراز سے یہ خواہش دل میں لیے وہاں آتے تھے کہ اس کی ایک جھلک دیکھ سکیں۔ اس کی باتیں سن سکیں یا اس کے ہاتھ کو بوسہ دے سکیں۔ اس کے دوست مسلسل کئی کئی برس تک اس کے گھر ڈیرہ ڈالے رہتے۔ اس کی زبان سے نکلنے والا ہر لفظ شارٹ ہینڈ میں قلم بند کر لیتے۔ یہاں تک کہ وہ عام زندگی کا کوئی معمولی سے معمولی واقعہ بھی سناتا تو وہ کاغذ پر نوٹ ہو جاتا تھا۔ بعد میں ان تمام واقعات کو موٹی موٹی جلدوں کی شکل میں شائع کیا گیا۔ اس شخص کی زندگی اور نظریات کے بارے میں کم و بیش 23000 کتابیں ہیں۔ ذرا اندازہ لگائیے 23700 کتابیں اور 56000 مضامین لکھے جا چکے ہیں۔ اس کی اپنی تحریروں کی ایک سو دس جلدیں ہیں۔ ایک شخص کے لیے اتنا زیادہ لکھنا بہت بڑے کمال کی بات ہے۔ اس کی داستان حیات بھی اس کے لکھے ہوئے بعض ناولوں کی طرح دل چسپ اور رنگین ہے۔ وہ بیالیس کمروں کی ایک شان دار حویلی میں پیدا ہوا۔ اس کے آس پاس دولت کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ اس نے قدیم روسی رئیسوں کی طرح شاہانہ ٹھاٹ باٹ سے پرورش پائی لیکن اپنی زندگی کے آخری دور میں اُس نے اپنی تمام زمینیں چھوڑ دیں۔ اس نے سارے ساز و سامان بانٹ دیے اور روس کے ایک چھوٹے سے اسٹیشن پر وفات پائی۔ مالی اعتبار سے یہ ایک غریب شخص کی موت تھی جسے چاروں طرف سے غریب کسانوں نے گھیرے میں لے رکھا تھا۔

مضمون





سے اسے خوشی ہوئی تھی؟ کچھ دیر کے لیے ضرور ہوئی تھی لیکن بعد میں وہ بہت شرمندہ ہوا اور اس نے اپنی باقی زندگی چھوٹے چھوٹے کتابچے لکھنے، امن اور محبت کی تبلیغ اور غربی کے خلاف جہاد میں گزار دی۔ یہ کتابیں انتہائی کم قیمت پر چھاپی جاتی تھیں اور گھوڑا گاڑیوں میں لاڈ کر گلیوں اور بازاروں میں بچی جاتی تھیں۔ چار سال کی مختصر مدت میں ان کتابچوں کی تعداد 1,200,000 ایک کروڑ بیس لاکھ فروخت ہوئی تھیں۔

آج سے چند برس پہلے مجھے (ڈیل کارنگی) پیرس میں ٹالسٹائی کی سب سے چھوٹی صاحبزادی سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ وہی اس کی زندگی کے آخری دنوں میں اس کے سکریٹری کی حیثیت سے کام کرتی رہی تھی اور موت کے وقت بھی اس کے پاس موجود تھی۔ اور اب وہ زرعی فارم پر کام کرتے ہوئے زندگی کے دن پورے کر رہی ہے اور ٹالسٹائی کے بارے میں ان میں سے اکثر حقائق میں نے خود اس کی زبانی سنے ہیں۔ اس نے اپنے باپ کے متعلق ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ اس کا نام ہے ٹالسٹائی کی داستان الم۔

یہ حقیقت ہے کہ ٹالسٹائی کی زندگی ایک بہت بڑا المیہ ہے اور اس المیے میں سب سے بڑی وجہ اس کی ازدواجی زندگی تھی۔ اس کی بیوی عیش و آرام چاہتی تھی۔ اور ٹالسٹائی کو ان چیزوں سے سخت نفرت ہو گئی تھی۔ وہ شہرت اور وقار کی بھوک تھی اور ٹالسٹائی کی زندگی میں ان چیزوں کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ اسے دولت سے محبت تھی اور ٹالسٹائی کا نظریہ تھا کہ دولت اکٹھی کرنا اور ذاتی جائیداد رکھنا بہت بڑا گناہ ہے۔ وہ اس خیال کی حامی تھی کہ حکومت ظلم کا دوسرا نام ہے۔ اور ٹالسٹائی کا نظریہ تھا کہ صرف محبت سے ہی لوگوں کے دل جیتے جاسکتے ہیں۔

جب وہ حسد کی آگ میں جلنے لگی تو دونوں کے تعلقات اور زیادہ خراب ہو گئے۔ اسے ٹالسٹائی کے دوستوں سے سخت

نوجوانی میں وہ بہت اچھے لباس پہنتا تھا۔ وہ بڑی نزاکت سے زمین پر بچے تلے قدم رکھتا تھا اور ماسکو کے اچھے اچھے درزیوں سے کپڑے سلواتا تھا لیکن زندگی کے آخری حصے میں وہ روسی کسانوں کی طرح انتہائی سستا لباس پہنتا تھا۔ اپنے جوتے خود اپنے ہاتھوں سے بناتا۔ اپنا بستر خود لگاتا۔ کمرہ خود صاف کرتا اور لکڑی کی ایک پرانی سی میز پر بیٹھ کر لکڑی کے بچے سے انتہائی سادہ اور سستی غذا کھاتا۔

نوجوانی میں خود اس کے الفاظ میں ”وہ ایک گندی اور ناپاک زندگی بسر کرتا تھا۔“ وہ شراب پیتا.... لوگوں سے لڑائیاں مول لیتا اور ہر وہ جرم کرتا جس کا ذہن تصور کر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ قتل جیسے بھیانک جرم سے بھی باز نہ آیا لیکن آخری ایام میں وہ حضرت عیسیٰ کی تعلیمات پر پوری طرح عمل کرتا تھا۔ اور اپنے علاقے میں انتہائی احترام کی نظروں سے دیکھا جانے لگا۔

شادی شدہ زندگی کے ابتدائی دور میں وہ اور اس کی بیوی اس قدر خوش تھے کہ وہ خدا سے دعائیں مانگا کرتے تھے کہ وہ ان کی محبت اور خوشیوں سے بھری زندگی کو ہمیشہ قائم رکھے لیکن بعد میں یہی ازدواجی زندگی انتہائی ناخوشگوار ہو گئی۔ اسے اپنی بیوی کی شکل تک دیکھنا گوارا نہ تھا۔ حتیٰ کہ مرنے سے پہلے اس کی آخری التجا یہی تھی کہ اس کی بیوی کو اس کے پاس نہ آنے دیا جائے۔ نوجوانی کے زمانے میں وہ کالج میں فیل ہوا۔ اس کے استادوں نے اس کے شاگرد پر بہت محنت کی۔ لیکن تیس سال بعد اس نے دنیا کے دو عظیم ترین ناول لکھے۔ دو ایسے ناول جن کی عظمت صدیوں تک قائم رہے گی..... ’وار اینڈ پیس‘ (جنگ اور امن) اور ’اینا کرینیا‘ (خودکشی)

روس سے باہر ٹالسٹائی ان تمام زاروں (Khzer) کے مقابلے میں زیادہ مشہور ہے جو اس تاریک اور خونیں سلطنت پر حکمرانی کرتے رہے ہیں۔ اس کے باوجود مشہور ناول لکھنے





اس نے اڑتالیس برس پہلے اپنی ڈائری میں اس کے متعلق جو خوبصورت تاثرات لکھے تھے، وہ اسے پڑھ کر سنائے۔ جب وہ مسرتوں کے اس دور کے واقعات اپنی ڈائری سے پڑھ کر سناتا تو وہ دونوں رونے لگتے۔

آخر کار جب وہ بیاسی برس کا ہوا تو اس میں اتنی ہمت نہ رہی کہ اپنے برے حالات کا مزید مقابلہ کر سکے۔ چنانچہ 21 اکتوبر 1910 میں ایک اندھیری رات کو گھر سے نکل گیا۔ یہ جانے بغیر کہ اس کی منزل کون سی ہے۔

گیارہ روز بعد وہ نمویے کا شکار ہو کر یہ کہتا ہوا ایک ریلوے اسٹیشن پر انتقال کر گیا کہ ”اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے“ اس کے آخری الفاظ یہ تھے ”جتجو..... مسلسل جتجو۔“

بحوالہ: کامیاب لوگوں کی دلچسپ باتیں، مصنف: ذیل کاریگی، ترجمہ: اسلم کھوکھر

نفرت تھی۔ اس نے اپنی سگی بیٹی تک کو گھر سے نکال دیا اور پھر انتہائی غصے کی حالت میں ٹالسٹائی کے کمرے میں جا کر اس کی لڑکی کی تصویر کو گولی کے نشانے سے فرش پر گرا دیا۔

کئی برس تک وہ اسے گالیوں، بدعماؤں اور طعنوں کا شکار بناتی رہی اور خود ٹالسٹائی کے الفاظ میں اس نے گھر کو جہنم بنا دیا۔.... اس سارے فساد کی جڑ یہ تھی کہ ٹالسٹائی اس بات پر اڑا ہوا تھا کہ وہ کوئی معاوضہ لیے بغیر روسی عوام کے لیے کتابیں لکھتا رہے گا۔

جب وہ اس کی کسی بات کی مخالفت کرتا تو وہ غصے سے پاگل ہو جاتی تھی۔ ایفون کی بوتل منہ سے لگا کر فرش پر لوٹنے لگتی اور بار بار یہ دھمکیاں دیتی کہ وہ کنویں میں چھلانگ لگا کر جان دے دے گی۔

ان دونوں کی شادی کو تقریباً پچاس برس گزر چکے ہیں بعض اوقات وہ ٹالسٹائی کے سامنے دوڑاؤ ہو کر الٹا کرتی کہ

جوابات





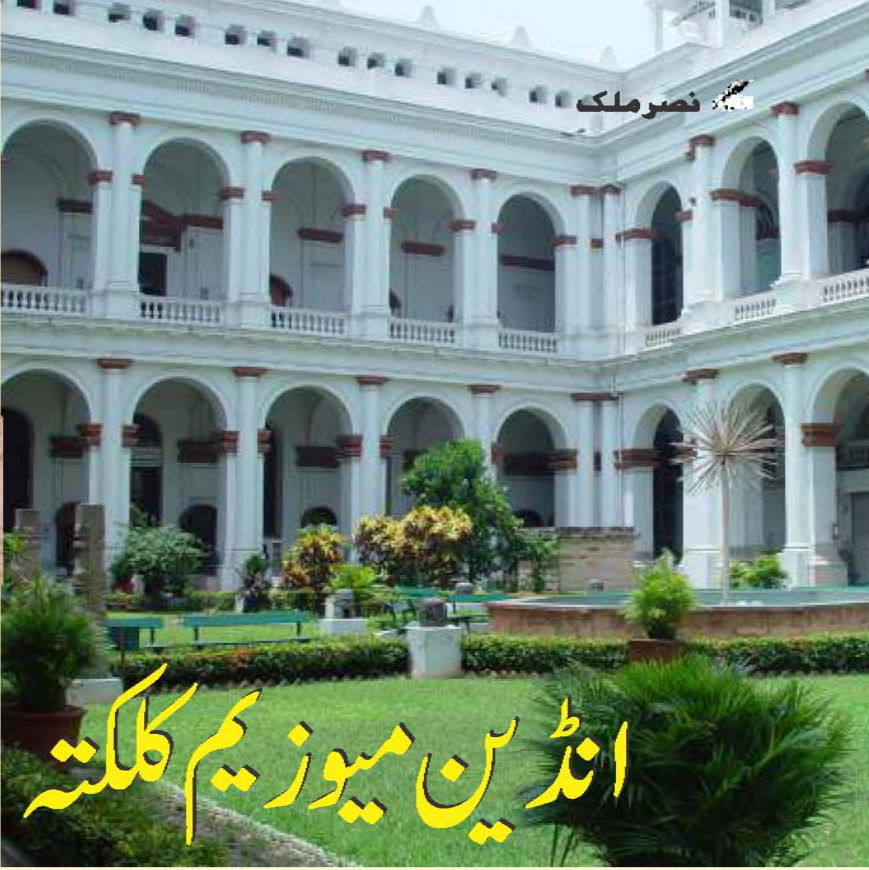
نتھانیٹ والیش

28 (Nathaniel Wallich)

جنوری 1786 میں کوپن ہیگن میں پیدا ہوا تھا اور پیشہ کے اعتبار سے ایک سرجن اور ماہر علم نباتات تھا۔ وہ کلکتہ

کے نزدیک سیرام پور میں ڈینش نوآبادیات سے منسلک تھا اور پھر بعد میں وہ ڈینش ایسٹ انڈیا کمپنی اور برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ مل کر نباتات کے شعبے میں نئے تجربات کرتا رہا اور اس نے کئی انواع کے مصالحہ جات کے پودے تلاش کیے اور اپنی حکمت عملی سے ان کی تاثیر دریافت کی اور انہیں یورپ میں تعارف کرایا۔ اس نے کئی جڑی بوٹیوں کو دریافت کر کے ان سے مختلف بیماریوں کا علاج کرنے کے طریقے بھی واضح کیے۔ اس ڈینش ماہر نباتات نتھانیٹ والیش کے دریافت کیے ہوئے مصالحہ جات اور جڑی بوٹیوں میں سے بیشتر کے نام اسی کے نام پر ہیں۔

نتھانیٹ والیش کا باپ وولف لزاروس والیش (1756 تا 1843) ایک یہودی تاجر تھا جو جرمنی میں ہمبرگ کے نزدیک ایک قصبہ التونا سے اٹھارہویں صدی کے اواخر میں



انڈین میوزیم کلکتہ

متحدہ ہندوستان میں کلکتہ کا ایمریل میوزیم جواب انڈین میوزیم آف کلکتہ کہلاتا ہے، اس کے بارے میں عام تصور یہی ہے کہ یہ بھی انگریزوں ہی نے تعمیر کیا تھا لیکن ایسا ہے نہیں۔ یہ میوزیم جو ہندوستان کا سب سے بڑا اور قدیم ترین میوزیم ہے اس میں قدیم ترین نادر چیزوں کا اتنا عظیم خزانہ ہے کہ کسی اور عجائب گھر میں اتنا بڑا ذخیرہ موجود نہیں ہے۔ صدیوں پرانے ہتھیار اور قدیم ترین زیورات، انسانی کھوپڑیاں، حنوط شدہ انسانی ڈھانچے اور مغل شاہی عہد کی مصوری کے جو نمونے یہاں موجود ہیں وہ کسی دوسری جگہ نہیں دیکھے جاسکتے۔

یہ میوزیم ایشیا ٹک سوسائٹی آف انڈیا، کلکتہ نے 1814 میں قائم کیا تھا اور اس کا بانی کوئی انگریز یا ہندوستانی نہیں بلکہ ایک ڈینش ماہر علم نباتات نتھانیٹ والیش تھا۔





اور قابلیت کا بڑا ہاتھ تھا۔

اگست 1814 میں اس نے ایسٹ انڈیا کمپنی میں ایک سرجن اسسٹنٹ کے طور پر کام شروع کیا اور سنہ 1814 میں انڈین میوزیم کے سپرنٹنڈنٹ کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔ اسے بعد میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے کلکتہ میں ماہر نباتات و پلیم روکسبورگ کا معاون مقرر کیا گیا اور سنہ 1813 تک نتھانیٹ والیش ہندوستانی فصلی پودوں، جڑی بوٹیوں اور پھولوں میں زبردست دلچسپی لینے لگا اور اس مقصد کے لیے اس نے نہ صرف ہندوستان کے مختلف علاقوں کے مطالعات اور دورے کیے بلکہ وہ مغربی ہندوستان، برما کے زیریں علاقے اور نیپال میں بھی گیا۔ نتھانیٹ والیش نے 1837 تا 1838 کے درمیان کلکتہ کے میڈیکل کالج میں علم نباتات کے پروفیسر کے طور پر بھی کام کیا۔

نتھانیٹ والیش نے اپنے 2 فروری 1814 کو ایک خط

ڈنمارک ہجرت کر کے آیا۔ اس کی ماں اپنے لی یا کوسن (1757 تا 1839) تھی۔ نتھانیٹ والیش نے کوپن ہیگن میں رائل اکادمی آف سرجنز سے تعلیمی ڈپلوما حاصل کیا اور پھر اسے کلکتہ کے نزدیک سیرام پور جو ایک ڈینش نوآبادی کے زیر تسلط تھا اور جو ان دنوں بنگال میں فریڈرکسنا گورے کہلاتا تھا وہاں بطور سرجن کام کرنے کے لیے بھیج دیا گیا۔

نتھانیٹ والیش نے اپریل 1807 میں کوپن ہیگن سے ہندوستان کے لیے اپنے بحری سفر کا آغاز کیا اور افریقن کیپ سے ہوتا ہوا اسی سال نومبر میں سیرام پور بھی گیا۔ کوپن ہیگن یونیورسٹی میں ایک اعزازی ڈاکٹر اور رائل ڈینش اکادمی آف سائنس کا رکن تھا۔ تاہم فرانسیسی اور برطانوی ملی بھگت سے برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی نے فریڈرکسنا گورے پر قبضہ کر لیا اور نتھانیٹ والیش کو گرفتار کر لیا لیکن 1809 میں اسے ضمانت پر رہا کر دیا گیا تھا۔ اس کی رہائی میں اس کی اپنی تعلیمی صلاحیتوں





مرمر پر تراشا ہوا مہاتما بدھ کے ہاتھوں کا متحرک نشان



چار ہزار سال پرانی محفوظ شدہ مصری انسانی لاش



ہاتھی کے دانتوں سے بنایا گیا درگا دیوی کا مجسمہ



قدیم انسانی کھوپڑیاں



مہاتما بدھ کا ایک قدیم مجسمہ

تھے۔ وہ بینک آف بنگال کے دیوان بھی تھے۔ نتھانیٹ والیش صرف میوزیم کے قیام کی ترغیب و تحریک دلانے والے ہی نہیں تھے بلکہ وہ اس کے بانی و مہتمم بھی تھے بلکہ ان کے جمع کردہ اور میوزیم کی نذر کردہ عجائبات نے میوزیم کی ابتدائی زینت کا سامان مہیا کیا۔ دستاویزی شواہد گواہ ہیں کہ 1816 تک نتھانیٹ والیش نے ایک سو چوہتر (174) نوادرات میوزیم کی نذر کیے جب کہ اس نے نادر نباتاتی نمونے بھی پیش کیے۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے، نتھانیٹ والیش کو کلکتہ میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے بوٹانیکل گارڈن کا جزوقتی سپرنٹنڈنٹ بھی مقرر کیا گیا تھا اور بعد میں اس نے گارڈن میں مستقل پوزیشن بھی حاصل کر لی اور 1817 سے لے کر 1846 تک وہاں خدمات انجام دیں۔ جب وہ اپنی خدمات سے ریٹائرڈ ہوا تو اپنی کمزور صحت کی بنا پر اس نے تین سال ماریش میں گزارے۔ اپنے ایک دوست سر سزامفورڈ رافلیس کی درخواست پر وہ سنگاپور گیا تاکہ وہاں بھی ایک بوٹانیکل گارڈن

میں ایشیا ٹک سوسائٹی کلکتہ کی کونسل کو ایک میوزیم بنانے کی تجویز پیش کی اور اس مقصد کے لیے اپنی خدمات اور کچھ عجائبات جو اس نے جمع کر رکھے تھے میوزیم کے لیے سوسائٹی کو مہیا کرنے کی پیشکش کی۔ سوسائٹی نے اس تجویز کو تہہ دل سے سراہتے ہوئے قبول کیا اور اسے میوزیم کے لیے عمارت تعمیر کرانے کے لیے اعزازی مہتمم اور اورینٹل میوزیم آف دی ایشیا ٹک سوسائٹی کا سپرنٹنڈنٹ مقرر کر دیا۔ ڈاکٹر نتھانیٹ والیش نے یکم جون 1814 کو میوزیم کا انتظام سنبھالا اور میوزیم کا افتتاح ہوا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے میوزیم نے اپنے بانی نتھانیٹ ڈاکٹر نتھانیٹ والیش کی نگرانی میں دن رات ترقی کی منازل طے کرنا شروع کیں۔ یورپین جو وہاں رہتے تھے انھوں نے بھی اپنے اپنے جمع کردہ نوادرات اور قدیم اشیاء میوزیم کو عطیہ کر دیں۔ یہ عطیات دینے والوں میں اس وقت ایک ہندوستانی، رام کمال سین بھی پیش پیش تھے۔ وہ بعد میں ایشیا ٹک سوسائٹی کے سیکریٹری بننے والے پہلے ہندوستانی





کیے گئے بوٹانیکل نمونے 'کیوہر بائیٹم' میں محفوظ ہیں۔ اس کے علاوہ اس نے جڑی بوٹیوں اور نباتات کے متعلق اپنی یادداشتوں پر مشتمل ایک ضخیم کتاب الادویہ بھی 'کیوہر بائیٹم' کو عطیہ کر دی تھی۔ وہ کلکتہ سے ہمالہ جانے والے جوگیوں اور جڑی بوٹیوں میں دلچسپی رکھنے والے سنیاسیوں اور درخت کاٹنے والوں سے مسلسل رابطے میں رہتا اور ان سے نمونے حاصل کرتا رہتا تھا۔ نتھانیٹ والیش نے اپنے بنائے ہوئے انڈین میوزیم کلکتہ کو سب سے زیادہ نوادرات نذر کیے جو آج بھی اس میوزیم کی زینت ہیں اور اسے نہ صرف برصغیر بلکہ ساؤتھ ایشیا کا منفرد ترین میوزیم ہونے کا درجہ دلاتے ہیں۔

نتھانیٹ والیش کی صحت کئی برسوں سے خراب چلی آ رہی تھی اور ایک مرتبہ وہ پیٹے میں مبتلا ہو گیا اور وہ استعفیٰ دے کر 1846 میں لندن چلا گیا۔ جہاں وہ لینین سوسائٹی کا نائب صدر بن گیا۔ وہ اس سوسائٹی کا پہلے ہی 1818 سے رکن چلا آ رہا تھا۔ لندن میں سات سال قیام کے بعد نتھانیٹ والیش نے وہیں 28 اپریل 1854 کو آخری سانس لی۔ تب وہ اڑسٹھ سال کا تھا۔ اسے وہاں کنسال گرین کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ نتھانیٹ والیش نے جولین میری ہالز سے تیس مئی 1812 میں شادی کی جو بعد میں ماری این کے نام سے جانی گئی لیکن وہ صرف دو ماہ بعد انتقال کر گئی۔ اس کے بعد 1815 میں والیش نے صوفیا کولنگز سے شادی کی جس سے اس کے سات بچے پیدا ہوئے، ان میں سے دو تو کم عمری ہی میں مر گئے۔ ان کا سب سے بڑا بیٹا جیورج چارلس بحری نباتات کے علوم کے ماہر کے طور پر مشہور تھا۔

بھی حاصل کر لی اور 1817 سے لے کر 1846 تک وہاں خدمات انجام دیں۔ جب وہ اپنی خدمات سے ریٹائرڈ ہوا تو اپنی کمزور صحت کی بنا پر اس نے تین سال مارشس میں گزارے۔ اپنے ایک دوست سر سٹیفورڈ رافلیس کی درخواست پر وہ سنگاپور گیا تاکہ وہاں بھی ایک بوٹانیکل گارڈن ڈیزائن کرے لیکن وہ اسی سال واپس آ گیا۔

ماہر علوم نباتات نتھانیٹ والیش نے مختلف انواع کے پودوں، جڑی بوٹیوں، درختوں اور پھولوں کی تاثیر اور ان کی شکلوں پر مشتمل بیس ہزار نمونوں کی ایک کیٹلاگ بھی تیار کی جو کہ 'والیش کیٹلاگ' کہلاتی ہے اور علم نباتات کے لیے آج بھی ایک بنیادی دستاویز سمجھی جاتی ہے۔ اس کیٹلاگ میں دیے گئے بوٹانیکل نمونے اس نے خود جمع کیے تھے اور اس نے اس وقت نباتات میں دلچسپی رکھنے والے دوسرے یورپین لوگوں سے حاصل کیے تھے۔ فی الوقت نتھانیٹ والیش کے اپنے ذاتی جمع

Nasar Malik
Copenhagen, Denmark





کھلبلی آمدِ سال نو ہے

آسمیا سال نو پھر سے جاگو
کام جو نامکمل ہے، کرلو
کھلبلی آمدِ سال نو ہے
کوششیں پھر سے رکھنا ہے جاری
زندگی آزمائش ہے سب کی
کل کی جانب بھی مت مڑ کے دیکھو
تابِ نو تجھ میں بھر دے گا مولا
باطنی قوتیں اپنی رکھنا
ہو سنی مسلسل کی عادت
جو کرے گا ملے گا اسی کو
ہے یہ مہناز کی بس دعا رب
نسل نو کو تو دے اب خوشی سب

Mehnaz Bano

B.L No: 4, H.No: 5, Kankinara - 24

24 Parganas (N) - 743126 (West Bengal)





آیا آیا نیا سال آیا
ساتھ خوشیوں کا پیغام لایا
ہندو مسلم ہوں یا سکھ عیسائی
سارے بھارت کے واسی ہیں بھائی
گیت مل جل کے گاتے ہیں انساں
جشن اس کا مناتے ہیں انساں
شیام، احمد، امرنگھ، مانیکل
چار بچے ہیں اور ایک سائیکل
پھر بھی مل جل کے سب ہیں چلاتے
ہیں نئے سال کا گیت گاتے
دیش میں یہ چلن عام کر دو
مل کے رہنے کا پیغام دے دو
جشن ہے چار سو سال نو کا
جاگ اٹھے دل میں ارمان پھر
پھر نئے سال کا خیر مقدم
ساتھ بچوں کے افضل کریں ہم

Mohd Afzal Khan

76/4, Srinath Poral Lane

(Belilious Road 1st Floor)

Howrah - 711101 (West Bengal)



نئے حوصلے اپنے دل میں بسائیں
نئے طرز کا سال نو ہم منائیں
چراغِ وفا چار سو ہم جلائیں
نئی روشنی سے فضا جگمگائیں
کسی لب پہ شکوہ نہ کوئی گلہ ہو
یہی سال نو پر کریں ہم دعائیں
منانا ہمیں جہل کی تیرگی ہے
لیے عزم محکم قدم کو بڑھائیں
وطن کے لیے وقف ہو اپنی ہستی
وطن کی ترقی میں تن من لگائیں
رفاقت کو دیتے رہیں ہم ترقی
رقابت سے دامن ہم اپنے بچائیں
ہیں تہوار جتنے سبھی بھارتی ہیں!
انہیں کیوں نہ آپس میں مل کر منائیں
وہ سنگم نئے ساز و آواز کا دے
غزلِ دلش بھگتی کی جس وقت گائیں
ہوں پیشِ نظر صرف اعمالِ صالح
نہیں مفت میں وقت اپنا گنوانیں
نئے سال کا یہ تقاضا ہے بڑی
کہ خوشنما بھارت کو اپنے بنائیں

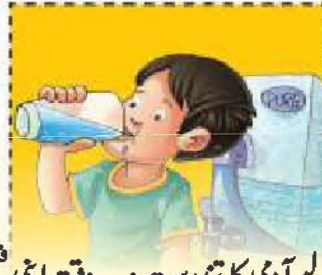
Dr. S. Mojibur Rahman Bazmi

Dr. Zeba Mastoor Homoeo Shifa Khana

Rahmat Colony, Doranda

Ranchi- 834002 (Jharkhand)





جان ہے تو جہان ہے

وقت اپنی فتح منداقت کا احساس رہتا ہے۔

اگر جسم لاغر ہے، دماغ کمزور ہے اور ہاتھ پاؤں میں طاقت نہیں تو آدمی کی ہمت اور جرأت کم اور ارادہ خام ہوتا ہے، اس کے عزائم متزلزل ہوتے ہیں۔ آنکھوں کے سامنے دھندلا سا پردہ پڑا رہتا ہے۔ قوت فیصلہ ناقابل اعتبار ہوتی ہے اور وہ کسی بات پر قائم نہیں رہتا۔ حقیقت یہ ہے کہ صحت اچھی نہیں تو اس کے ذہنی قوتی بھی پوری طرح اپنی کارکردگی سرانجام نہیں دیتے۔ جسم میں جتنی کمزوری ہوگی، دماغی قوتی بھی اتنے ہی کمزور ہوں گے۔

اچھی صحت اسے نہیں کہتے کہ آدمی موٹا تازہ ہو جائے بلکہ اچھی صحت کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ہمیشہ تندرست و توانا اور بیماریوں سے پاک رہے۔ تندرست رہنے کے لیے ایسی جگہ رہنا چاہیے، جو صاف ستھری ہو۔ خود بھی صفائی کا خیال رکھے کیونکہ صفائی پارسائی سے دوسرے درجے پر ہے۔ رہنے سہنے کا گھر کشادہ اور ہوادار ہو۔ اس میں قدرتی اجالا ہو۔ وہاں کبھی

ایک کامیاب زندگی گزارنے کے لیے آدمی کا تندرست و توانا رہنا بے حد ضروری ہے۔ اس لیے ہمیں اپنی صحت پر خاص طور سے توجہ دینی چاہیے۔ صحت اچھی ہو تو دنیا بھر کے کام کیے جاسکتے ہیں۔ جن لوگوں کو اپنی زندگی سے محبت ہے وہ پہلے اپنی صحت سنبھالتے ہیں اس لیے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ صحت ہی زندگی ہے۔ جو زندگی صحت اور طاقت سے محروم ہے وہ زندگی نہیں۔

مشہور مفکر ڈاکٹر مارڈون (Dr. Mordon) نے لکھا ہے کہ قوت حیات کی کمی انسان کے بہت سے مصائب و آلام اور نا کامیوں کی اصل وجہ ہوتی ہے۔

کمزور آدمی کو برے خیالات کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ اس کے جسم میں اتنی قوت مدافعت نہیں ہوتی کہ وہ مایوسی پر غالب آجائے، بزدلی کو دور کرے۔ غذائیت سے ساری غذا اور خوراک کی کمی ہی تمام کمزوری اور بزدلی، ڈر اور خوف، رنج و فکر اور جسمانی امراض کا باعث ہوتی ہے۔ جس شخص کو اچھی اور پوری غذا ملے، وہ مذکورہ شکایتوں پر قابو پالیتا ہے کیونکہ اسے ہر





کبھی دھوپ بھی آتی چاہیے۔ کہتے ہیں کہ جس گھر میں دھوپ نہیں آتی، اس میں ڈاکٹر آتا ہے۔

رات میں جلد سونا اور صبح نیند سے جلد بیدار ہونا چاہیے۔ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ رات میں زیادہ جاگنا مضر صحت ہے۔ اس سے آدی بیمار ہو جاتا ہے۔ آدی کو چاہیے کہ وہ صحت مند نیند سوئے، کھانا ہمیشہ وقت پر کھائے اور کھانے کو اچھی طرح چبا کر کھائے۔ وہ جو غذا کھائے، وہ اچھی اور غذائیت سے بھرپور ہو۔ روزانہ غذا میں گوشت، دودھ، انڈے، پھل اور پھل وغیرہ شامل ہوں۔

روزانہ بلاناغہ ہلکی ورزش کرنی چاہیے۔ صبح اور شام میں سیر کی عادت ڈالی جائے۔ کھلی اور صاف ہوا میں تھوڑی دیر کے لیے لمبے اور گہرے سانس لینے ضروری ہیں، ایک انگریزی رسالے کے مدیر، ہربرٹ کیسن (Herbert Casson) نے صحت کے متعلق جو چند ارشادات فرمائے ہیں وہ اتنے سادہ، آسان اور سستے ہیں کہ ان پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا، مگر وہ ایسے ارشادات ہیں، جنہیں سنہرے اصولوں سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، وہ فرماتے ہیں:

”میرے خیال میں صحت کے موضوع پر میں رہنمائی کرنے کی قابلیت رکھتا ہوں، میں کبھی تھکتا نہیں۔ میں گذشتہ 43 سالوں میں صرف تین مرتبہ بیمار ہوا۔ میں اب 73 سال کی عمر میں 37 سال کی عمر کی بنسبت زیادہ کام کرتا ہوں۔ صحت اور قوت کے متعلق میرا نسخہ اتنا سادہ ہے کہ وہ کئی لوگوں کو پسند نہیں آئے گا۔ میرا نسخہ یہ ہے کہ لمبے اور گہرے سانس لینا۔ آہستہ آہستہ کھانا، آٹھ گھنٹے سونا، صبح اور شام سیر کو جانا۔ روزانہ آنتوں اور پیپروں سے کثیف مادوں کا اخراج ہونا۔“ یہ ایک عام فہم بات ہے کہ جب ہم چلتے پھرتے ہیں، کام کاج کرتے ہیں تو

ہمارے اعضا ایک دوسرے سے رگڑتے جاتے ہیں۔ اعضا کی رگڑ کا یہ عمل ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ اس وجہ سے اعضا گھستے جاتے ہیں اور انہیں نقصان پہنچتا ہے۔ اس نقصان کی تلافی ہوتے رہنا چاہیے۔ پیپروں کے ہمارے جس کے نقصان کی تلافی کرتے ہیں لمبے اور گہرے سانس لینے سے پیپروں میں صاف ہوا جاتی ہے جو آکسیجن (Oxygen) کا کام دیتی ہے۔ یہ آکسیجن خون میں جذب ہو جاتی ہے اور کاربن ڈی آکسائیڈ (Carbon Dioxide) اور آبی بخارات خون سے خارج ہو جاتے ہیں۔ اس عمل میں خون صاف ہوتا ہے۔ اسی طرح صاف اور صالح خون ہمارے جسم کو ملتا ہے، جس سے جسم ہمیشہ چاق و چوبند اور پھرتیلا رہتا ہے۔ جس طرح کسی موٹر (Motor) کے انجن سے ہر وقت دھوئیں کا اخراج ہونا ضروری ہے بالکل اسی طرح انسانی مشین کا معاملہ ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صاف اور کھلی ہوا میں لیے ہوئے لمبے اور گہرے سانس ہمارے لیے کسی قدر مفید ہوتے ہیں۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کھانا آہستہ آہستہ کھانے سے پیٹ کے لیے ایسی غذا تیار ہوتی ہے، جو معدہ پر بار نہیں ہوتی۔ اسے معدہ جلد ہضم کر لیتا ہے اور بد ہضمی نہیں ہونے پاتی۔ جلدی جلدی اور بڑے بڑے نوالے کھانا سوائے بیوقوفی کے اور کچھ نہیں۔ یہ بالکل ایسا ہے، جیسے چنی میں کوئی پتھر پھینک دے۔ اس لیے لقمے چھوٹے ہوں اور کھانا آہستہ آہستہ کھانا چاہیے۔ آدی کو آٹھ گھنٹے صحت مند نیند لینا بھی ضروری ہے کیونکہ صبح سے شام تک ہمارے اعضا کام کرتے رہنے سے تھک جاتے ہیں۔ دل و دماغ بھی ماؤف ہو جاتے ہیں۔ دل و دماغ اور اعضا کو آرام کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ انہیں آرام اسی وقت نصیب ہوتا ہے جب ہم سوئیں گے۔





وقت میں، جبکہ ہمارے اعضا تھک گئے ہوں، ہمارا کام کرنا ہمارے اعضا پر ظلم کرنے کے مترادف ہے۔ موسم کی تبدیلی اور آب و ہوا کی خرابی سے یا کسی اور وجہ سے طبیعت ناساز ہو جائے تو فوراً معالجہ شروع کر دیں۔ اچھے ڈاکٹر یا طبیب سے رجوع ہو کر، اس کے مشورے پر عمل کریں۔

طویل عمر کے لیے زندگی میں معمولات پیدا کریں۔ ویسے بھی معمول کے مطابق زندگی گزارنا ہی درست ہے۔ معقول تغذیہ کا استعمال کریں۔ تازہ اور صاف ہوا میں رہنے کی کوشش کریں فکر اور تردد کو اپنے اوپر غالب نہ آنے دیں۔

تندرستی کا تقاضہ ہے کہ صحت کے اصولوں پر عمل کیا جائے۔ صحت کا سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ جب تک بھوک اچھی طرح نہ لگے، کھانا نہیں کھانا چاہیے اور جب تھوڑی بھوک رہ جائے، تب کھانے سے ہاتھ روک لینا چاہیے۔

اگر آپ صحت مند، مطمئن اور سرور زندگی کے متلاشی ہیں تو ہر طرح کی بے اعتدالی سے بچیں۔ یوں بھی زندگی کے شعبے میں بے اعتدالی نقصان دہ ہوتی ہے لیکن غذا میں بے اعتدالی بے حد مضرت رساں ہوتی ہے۔ اگر آپ کھانے پینے کی چیزوں کے استعمال میں بے اعتدالیوں سے بچیں گے تو

قدرت کا بھی یہ قانون ہے۔ دن کام کاج کرنے کے لیے اور رات آرام کرنے کے لیے ہے۔ اس لیے ہمیں رات میں آرام کرنا چاہیے اور کم از کم آٹھ گھنٹے سونا چاہیے۔ صحت مند نیند سے بیدار ہونے والا شخص بالکل پھول جیسا ترو تازہ اور گلہفتہ ہوتا ہے۔

جس طرح آگ جلنے سے راکھ اور کوئلے بنتے ہیں اور وہ شعلوں کو سرد کرتے جاتے ہیں، بالکل اسی طرح کھانے پینے سے پیٹ میں کثیف مادے پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ اعضا کی کارکردگی میں رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ زندگی کے شعلوں کو برقرار رکھنے کے لیے ان کثیف مادوں سے پیٹ کی صفائی ضروری ہے۔ جس طرح کسی حوض یا مشین میں کچھ عرصے کے بعد غلاظت اور گندگی جمع ہو جاتی ہے اور اس کی صفائی ضروری ہے۔ اسی طرح پیٹ کی صفائی بھی ضروری ہے۔ اگر ہماری آنتوں اور پیچہ پھڑوں سے کثافت اور گندگی کا اخراج روزانہ ہوتا رہے، تو پیٹ میں خرابی نہیں ہوگی اور ہم بیماری سے دور رہیں گے۔

کبھی تھکاوٹ محسوس ہو تو ذرا آرام کر لینا چاہیے۔ تھکاوٹ محسوس ہونے پر کام کاج سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ایسے





بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ بعض اطباء کی رائے میں بے اعتدالی اور شکم سیری سے عقل جاتی رہتی ہے۔ اس سے متعدد بیماریاں بھی جنم لیتی ہیں۔

افلاطون نے کہا ہے کہ جسم کا آرام کم خوری میں، زبان کا آرام کم گوئی میں اور روح کا آرام کم خوابی میں ہے۔

صحت مند رہنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ آپ برے خیالات، بری عادات، اور برے کاموں سے اس طرح بچ کر رہیں، جس طرح آپ ناقص غذا، گندی ہوا، مضر صحت، چیزوں اور بری باتوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس طرح صحت کی طرف توجہ دے کر ہم تندرست و توانا رہ سکتے ہیں۔ ہمیں اپنے دل کو لوح پر نقش کر لینا چاہیے کہ صحت سے زندگی ہے۔ اگر ہم زندگی کے دوسرے شعبوں میں کامیاب ہوئے اور صحت کے اعتبار سے کمزور یا بیمار رہے تو ایسی کامیابی ہمارے کس کام کی؟ اس لیے ضروری ہے کہ پہلے ہم اچھی صحت کے مالک ہوں۔ مثل مشہور ہے۔

”جان ہے تو جہان ہے۔“

حکیموں اور طبیعوں نے زندگی صحت مند گزارنے کے لیے کچھ قواعد و ضوابط بنائے ہیں۔ ان پر عمل کیے بغیر صحت مند رہنا مشکل ہوتا ہے۔ ذیل میں صحت کو قائم رکھنے کے لیے کچھ قواعد و ضوابط کا ذکر کیا جا رہا ہے جن پر عمل کرنا بالکل سہل و آسان ہے۔ اس کے لیے کسی قسم کی جدوجہد اور کچھ زیادہ خرچ بھی کرنا نہیں پڑتا۔ ہماری کوتاہی ہے کہ ہم ان پر عمل نہیں کرتے، جس کے نتیجے میں ہم جان لیوا امراض کے شکار ہو جاتے ہیں۔

☆ دانت جسمانی نظام کا ایک ایسا ہی حصہ ہیں، جن کا تندرست رہنا، انسان کی صحت کے لیے اشد ضروری ہے

کیونکہ ہر قسم کی خوراک دانتوں کے توسط سے بھی معدے میں اترتی ہے۔ خوراک معدے میں پہنچ کر عمل ہضم کو تہہ و بالا کرتی ہے اور خون بن کر رگوں میں دوڑتی ہے اور جزو بدن ہوتی ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ دانتوں کی صفائی کا خیال رکھا جائے۔ ذرا بھی تکلیف محسوس ہو تو دانتوں کی صفائی کرنے میں ہرگز ہچکچانا نہیں چاہیے۔

☆ کھانا کھانے سے پہلے اچھی طرح سوچ لیں کہ کیا کھانا ہے اور کتنی مقدار میں کھانا ہے۔ کسی بھی خاتون کو چار سو کیلوریز (Calories) سے زیادہ مشتمل خوراک سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اسی طرح مردوں کے لیے پانچ سو کیلوریز زیادہ مناسب ہے۔ مگر انسان جب کوئی چیز کھانے لگتا ہے تو اندھا دھند کھاتا چلا جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ بعد میں بھگتنا پڑتا کیونکہ اس سے بدہضمی بھی پیدا ہو سکتی ہے اور اگر اسے ہضم کر لیا جائے تو جسم کی چربی میں اضافہ ہو رہا ہوتا ہے۔ یہ صورت حال، جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، بے حد خطرناک ہے۔

☆ خصوصی طور سے خواتین کے چہرے پر موبکے نمودار ہو جاتے ہیں۔ یہ جلد کے کیسٹرس کا پیشہ خیمہ ہوتے ہیں۔ چالیس سال سے کم عمر کی خواتین اس کی عام طور پر شکار رہتی ہیں۔ ماہرین کے مطابق اگر فوری طور سے اس کا علاج کر لیا جائے تو چھیدگیوں سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔ اگر چہرے پر موبکے نمودار ہوں تو انھیں ناخن سے کھرچنے یا کھینچنے کی بجائے کسی جلد کے ماہر سے فوری طور پر رابطہ کرنا چاہیے۔

☆ اگر آپ کو نظام ہضم برقرار رکھنا ہے اور چاق و چوبند رہنا ہے تو باقاعدگی سے ورزش کی عادت ڈالنی ہوگی۔ تیز





سے کئی امراض کا سراغ مل جاتا ہے۔ اگر آنکھوں کے اندر پیلاہین نمایاں ہو تو یہ یرقان کا پیشہ خیمہ ہوتا ہے۔ اس طرح ذیابیطیس اور خون کے بلند دباؤ کا سراغ بھی آنکھوں کی رنگت سے لگایا جاتا ہے۔ اگر ڈاکٹر عینک کا مشورہ دے تو اس پر فوراً غور کرنا چاہیے ورنہ نظر کمزور ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

☆ جو لوگ پھلوں اور سبزیوں کا زیادہ استعمال کرتے ہیں، ان کے چہرہ کی جلد پر عمل رہتی ہے۔ چہرہ جھریوں سے محفوظ رہتا ہے۔ نیز زیادہ روشنی والی شعاعیں (Ultra violet Rays) انسانی جسم پر مضر اثرات نہیں ڈال سکیں گے۔ امریکی ماہرین کے مطابق پھل اور سبزیاں جسم کے زہریلے اور تیزابی مادوں کو وضع کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ ان کی بدولت انسان موٹاپے سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

☆ کھانا کھانے کے بعد دانتوں کو مسواک یا برش سے صاف ضرور کرنا چاہیے۔ بعض لوگ ناشتے سے پہلے دانت صاف کرتے ہیں لیکن ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ رات میں سونے سے قبل ایک مرتبہ برش سے دانت ضرور صاف کر لیں تاکہ دانتوں کو کیڑا نہ لگنے پائے۔

☆ آدمی کو خود بری عادتوں میں ملوث نہیں ہونا چاہیے۔ یہی نہیں، بری عادات و اطوار والوں سے بھی بچ کر رہنا چاہیے۔ بری عادتوں سے انسان کو مہلک بیماریاں لگ جانے کا خدشہ رہتا ہے:

صرف ذاتی فائدے کی سوچنا
یہ کسی کے حق کو کرنا ہے غبن

■

ماخذ: کامیابی کا راز، مصنف: حمید الدینی ناندوری،

سفر اشاعت: 2016

رفتاری سے چلنا ایک اچھی ورزش ہے اس سے صحت اچھی رہتی ہے اور انسان طویل عرصہ تک جیتا ہے۔

☆ کبھی پیٹ بھر کھانا نہ کھائیے۔ کچھ بھوک باقی رکھ کر دسترخوان سے ہاتھ اٹھا لیجیے۔ نیز صرف بھوک لگنے پر ہی کھانا کھائیے۔ پانی یا تو کھانے سے قبل ہی پی لیں یا کھانا کھانے کے ایک گھنٹے بعد پی لیں۔ مغربی ممالک میں خوراک کے ساتھ حیاتیاتین Vitamins بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔ ذہن نشین رہے کہ حیاتیاتین مناسب مقدار میں استعمال کیے جائیں تو جسمانی نظام کے لیے بے حد مفید ثابت ہوتے ہیں۔

☆ رات کو سو کر اٹھنے کے بعد خصوصی طور پر اگر کوئی معمر انسان ہو تو اس کے ہارمونز (Hormones) نظام ہضم میں کچھ تبدیلیاں واقع ہو چکی ہوتی ہیں۔ لہذا صبح سویرے مناسب مشروب کا استعمال انسان کی توانائی بحال کرنے میں مدد معاون ہوتا ہے۔

☆ اپنے جسم کی چربی کی وجہ سے غافل نہ رہیں۔ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ صرف موٹے تازے شخص میں چربی کی سطح زیادہ ہوتی ہے۔ دبلے پتلے لوگوں کی چربی کی سطح بھی زیادہ ہوتی ہے۔ ذہن نشین رہے کہ اگر چربی کی سطح اونچی ہو تو امراض قلب کا خدشہ ہوتا ہے۔ لہذا، ڈاکٹر سے معائنہ کرا کے اپنی خوراک کے بارے میں محتاط رویہ اپنانا بے حد ضروری ہے۔

☆ آنکھیں انسانی جسم کا بے حد اہم حصہ ہیں۔ آنکھوں کو نعمت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر آنکھیں نہ ہوں تو ساری دنیا تاریک ہو جاتی ہے۔ ماہرین چشم کے مطابق ہر دو سال بعد آنکھوں کا معائنہ کروانا چاہیے۔ آنکھوں کے معائنے





ڈراما



موچی ڈاکٹر

موچی: (جوتا دیکھتے ہوئے) لیکن بھیا.....

کسٹمر 1: تم بے وقوف ہو۔ تم کچھ نہیں جانتے۔ جاہل کہیں کا.....

موچی: جاہل نہیں بھائی میں انٹر پاس ہوں۔ نوکری نہیں ملتی اس لیے یہ کام کر رہا ہوں اور بھیا تم نے پورے پیسے بھی تو نہیں دیے تھے۔ یہ کہہ کر چلے گئے کہ باقی کل دے دوں گا۔

کسٹمر 1: پیسے نہیں میں تم کو دو دو جوتے دوں گا (جوتے پھینک کر چلا جاتا ہے) کل ٹھیک کر کے دینا تب پیسے ملیں گے۔

حوسٹ: یار تم نے ٹھیک بنائے بھی تو نہیں۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا.....

کسٹمر 2: (داخل ہوتا ہے) اے موچی کے بچے! جوتے پانی میں کیوں بھگو دیے یہ تم نے برباد کر دیا۔

موچی: بھائی تمہارے جوتے سوکھ گئے تھے میں نے سوچا بھگو کر نرم کر دوں۔ تمہارے ہی آرام کے لیے

(موچی کچھ پرانے جوتے لیے بیٹھا ہے)

حوسٹ: بھائی تمہارا کام کیسا چل رہا ہے؟

موچی: بھائی کیا بتاؤں کام بالکل نہیں چل رہا ہے میں بہت پریشان ہوں۔

حوسٹ: کیا یہاں کے لوگوں نے جوتے پہننے چھوڑ دیے یا ان کے جوتے پھٹتے ہی نہیں؟

موچی: نہیں بھائی۔ بات یہ ہے کہ لوگوں نے ربر اور

پلاسٹک کے جوتے پہننے شروع کر دیے ہیں چڑے کے جوتے کم لوگ پہنتے ہیں اور وہ ہنگے بھی بہت ہو گئے ہیں۔

(ایک کسٹمر داخل ہوتا ہے ایک جوڑی جوتا لیے ہوئے اور موچی کے سامنے پکد دیتا ہے)

کسٹمر 1: یہ تم نے کیسی مرمت کی ہے؟ تم کچھ جانتے بھی ہو؟

موچی: کیوں بھیا کیا بات ہے؟

کسٹمر 1: تم نے پچھلے ہفتے میرے بچوں کے جوتے کی مرمت کی تھی اور اس کا یہ حال ہے کہ تلا پھر نکل گیا ہے۔





لیے ہوئے۔ چپل اس کے آگے پک کر....)

بھگودیے۔

عورت: ارے بیوقوف تو نے یہ چپل بنایا ہے کہ منہ پٹایا ہے ایسے ہی چپل بنائی جاتی ہے۔ کام چور کہیں کا۔ کیل تک ٹھونکنا نہیں جانتا۔ جو تا مرمت کرنے بیٹھ گیا۔

موچی: بڑی بی ازبان سنجال کر بات کرو۔ گالی مت بکوروں۔۔۔
عورت: ورنہ کے بچے ابھی دو جوتے لگاؤں گی۔ دماغ ٹھکانے لگ جائے گا۔ میری بہو ایک فنکشن میں جانے کو بیٹھی ہے تو نے چپل برباد کر کے رکھ دیا اور ورنہ کہہ رہا ہے۔ ورنہ کیا.....؟ کیا کر لے گا تو.....

مارے گا مجھے..... کیا کر لے گا تو.....؟

(یہ کہہ کر بڑھیا چپل لیے ہوئے بڑبڑاتی واپس چلی جاتی ہے)

موچی: (دوست سے) بھیا میں کیا کروں؟ میں تو پریشان ہو گیا۔

دوست: یار اب تم یہ کام چھوڑو بڑا جھنجھٹ ہے اس میں۔ کچھ اور کرو۔

موچی: اور کیا کروں بھیا تمہیں کوئی رائے دو۔

دوست: تم ڈاکٹر کیوں نہیں بن جاتے؟

موچی: ڈاکٹر..... یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں ڈاکٹر کیسے بن

کسٹمر 2: ارے تو میں اسے پہن کر کیسے جاؤں۔ مجھے ایک دعوت میں جانا ہے تم کوئی کام ٹھیک سے نہیں کرتے ہو میرے بچے کے جوتے جو تم نے بنائے اس میں ایک کیل ٹکلی ہوئی تھی اس کے پیر میں چبھ گئی۔ بہت خون نکلا لوگوں نے کہا ٹینس ہو جائے گا۔ مجھے ڈاکٹر کے پاس جانا پڑا۔ ATS کا انجکشن لگوانا پڑا بیس روپے کا نسخہ بن گیا۔

دوست: ارے بھائی غصہ نہ کیجیے۔ ایک موقع اور ان کو دیکھیے۔

کسٹمر 2: آپ کون ہیں قاضی یا ملا؟ بچے کے جوتے بنائے تو ڈاکٹر کے پاس جانا پڑا۔ بیس روپے گھس گئے۔ میرے جوتے میں وہ حرکت کی کہ اگر پہن کر دعوت میں جاؤں تو نمونیا ہو جائے گا..... آپ اپنا کام کیجیے۔ اپنی رائے مت گھسیڑیے۔ (کسٹمر جوتے لے کر بڑبڑاتا ہوا چلا جاتا ہے)۔

موچی: (دوست سے) کیا کروں بھائی؟ یہ سب کو جوتے دکھاتا پھرے گا میری برائی کرے گا۔ سب بھڑک جائیں گے۔ کوئی کسٹمر نہیں آئے گا۔

(ایک بوڑھی عورت برقعہ پوش داخل ہوتی ہے چپل





جاؤں؟

دوست: ڈاکٹر بننے سے آسان کوئی کام نہیں۔

موچی: وہ کیسے۔

دوست: ہر مرض کی دوا اور کپسول بازار میں ملتا ہے۔ نام یاد

کر لو دوا کی دوکان پر بھی جانے کی ضرورت نہیں۔

بہت سی نکلیاں تو پان والے کی دوکان پر مل جائیں گی۔

پر پے چھپوا لو، بانٹ دو۔ اشتہار نکلوادو۔ دیواروں پر

لکھواؤ اور پوسٹر چپکاؤ بس ڈاکٹر ہو گئے۔

دوسرا منظر

(موچی نے کلینک کھول لی ہے۔ بیٹھا ہے، ایک مریض

داخل ہوتا ہے)۔

مریض: ڈاکٹر صاحب مجھے لوز موٹن ہو رہے ہیں اور پیٹ

میں بہت درد ہو رہا ہے۔

(ڈاکٹر آلہ لگا کر اس کے پیٹ پر دیکھتا ہے اور پیٹ پر

اور نکیہ نکال کر دیتا ہے کہ ایک ابھی کھالو اور باقی

4-4 گھنٹے کے بعد... مریض دوا لے کر پیٹ پکڑ کر

بھاگتا ہے)

مریض: ڈاکٹر صاحب بہت درد ہو رہا ہے ابھی آتا ہوں۔

(ڈاکٹر بیٹھا ایک کتاب دیکھ رہا ہے ایک مریض آتا ہے)

مریض: ہمارے سر میں بہت درد ہو رہا ہے اور چکر آ رہا ہے۔

(ڈاکٹر پھر آلہ لگا کر دیکھتا ہے)

ڈاکٹر: جلد آرام چاہیے تو انجکشن لگوانا پڑے گا۔

مریض: لگا دیجیے پیسے تو ہمارے پاس کم ہیں صرف 10

روپے اس میں ہو جائے گا۔

ڈاکٹر: نہیں۔ 20 روپے میں ہوگا۔ 10 روپے کی دوا اور 10

روپے کا انجکشن۔

مریض: انجکشن لگا دیجیے 10 روپے لے لیجیے۔ 10 روپے کل

دے جاؤں گا۔

ڈاکٹر: خیر کوئی بات نہیں... آؤ۔

(ڈاکٹر انجکشن لگاتا ہے)

(پولیس والے آتے ہیں ان کے ساتھ ایک سرکاری

ڈاکٹر ہے۔ کہتا ہے میں CMO ہوں آپ اپنی

ڈگری اور رجسٹریشن سرٹیفکیٹ دکھائیے۔)

(مریض کو چکر آتا ہے۔ گر پڑتا ہے)

پولیس والے: کیا ہوا؟

مریض: ڈاکٹر صاحب نے انجکشن لگایا ہے۔

CMO: کون سا انجکشن لگایا ہے وہ انجکشن کی شیشی دیکھتا ہے

پوچھتا ہے کیا بیماری تھی؟

ڈاکٹر: اکثر پیٹ میں درد ہوتا رہا تھا۔

CMO: یہ انجکشن تو تم نے غلط لگا دیا ہے یہ تو مرجائے گا۔ تم

نے ڈاکٹری کہاں سے پڑھی۔

ڈاکٹر: سر کہیں سے نہیں کتابیں پڑھ کر دوا دیتا ہوں۔

CMO: بلا پڑھے ہوئے ڈاکٹری کرنا جرم ہے۔ تم جھوٹا چھاپ

ڈاکٹر ہو اور تم مریضوں کی جان لو گے (پولیس والوں

سے) ان کو حراست میں لے لو اور تھانے لے چلو۔

(پولیس والے ڈاکٹر کو حراست میں لے کر تھانے کی

طرف چلتے ہیں)

ڈاکٹر: ہائے بھگوان میں کیا کروں۔ اب دنیا میں میرا کوئی

ٹھکانہ نہیں۔ میں کہاں جاؤں مجھے موت دے دیجیے۔

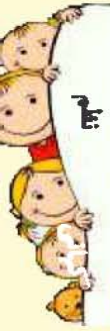
■

Dr. Zainuddin Haider

98/206, Beconganj

Kanpur (UP)





رب کے آگے جھکنا سیکھو

عیب اوروں کے ڈھکنا سیکھو
منہ پھٹ مت تم ہونا سیکھو
بدخلقی کو کون سراہے
تم شائستہ ہونا سیکھو
غصہ ہے تو چیز حرام
لیکن اس کو پینا سیکھو
پیاسے جو ہیں ان کی خاطر
تم اک دریا بننا سیکھو
دھیارے ہیں آس لگائے
ان کے دکھ کو ہرنا سیکھو
ستی چھوڑو، پھرتی لاؤ
کام سے پر کرنا سیکھو

سکھ میں جینے کی خواہش ہو
تو تم دکھ کو سہنا سیکھو
ناکامی پہ غم مت کرنا
عزم جواں تم رکھنا سیکھو
ساحل سے لگ جانا ہے تو
موجوں سے ٹکرانا سیکھو
دل جب روٹھ کسی سے جائے
اس کو تم بہلانا سیکھو
کوئی غم آجائے تو تم
رب کے آگے جھکنا سیکھو

■
Tanweer Akhtar Roomani
At & p.O:Azad Nagar
Jamshedpur - 832110 (Jharkhand)

جینا مرنا ایک حقیقت
جینا ہے تو جینا سیکھو



نیند سے جاگی سردی

لو بچو! برسات کی رم جھم ختم ہوئی
دھوپ کی شدت میں آئی ہے بہت کمی

نیند سے جاگی سردی نے انگڑائی لی
ہوا میں بھی اچھی خاصی آئی خنکی

گرم سوٹ میں لوگ ہوئے دفتر کو رواں
غربا اور مزدوروں کا ہے حال عیاں

دادا نے پوچھا ہے ان کی شال کہاں
اونی کپڑوں کا نہیں ہے نام و نشان

سورج پر سردی کا ایسا اثر ہوا
بادلوں نے آغوش میں اس کو جب بھی بھرا

دیکھا گیا ہے دم سحر لرزتا سا
سردی کے حملے کو بڑھاوا اور ملا

فٹ پاتھوں پر کوٹ اور سوٹر بکتے ہیں
مجبوری میں انھیں خریدنے پہنچے ہیں

حالانکہ غربا کے لیے سب مہنگے ہیں
اونے پونے دام لگا کر آئے ہیں

گھروں میں امرا کے تو ہیٹر چلتے ہیں
حویلیوں میں تو اچھے دن آئے ہیں

نکلی دھوپ تو غربا کی قسمت جاگی
عجب تھی حالت سکڑے سمٹے بوڑھوں کی

سردی سے ہے بے نیاز لیکن کسان
غلے، سبزی، پھل کے اگانے پر ہے دھیان

بجلی نے دم توڑ دیا، اک شور مچا
ہر مکین لگتا ہے بہت جھلایا سا

سردی نے دم توڑ بھی کیسا بے جان ہوا
سردی نے بڑھ کر مزاج ان سے پوچھا

گرمی، سردی کا احساس لگاتے ہیں
خوشی سے ہوشمند ان کو اپناتے ہیں

موسم تو دنیا میں آتے جاتے ہیں
قدرت کے انعام کے روپ میں آتے ہیں

Mehdi Partapgarhi

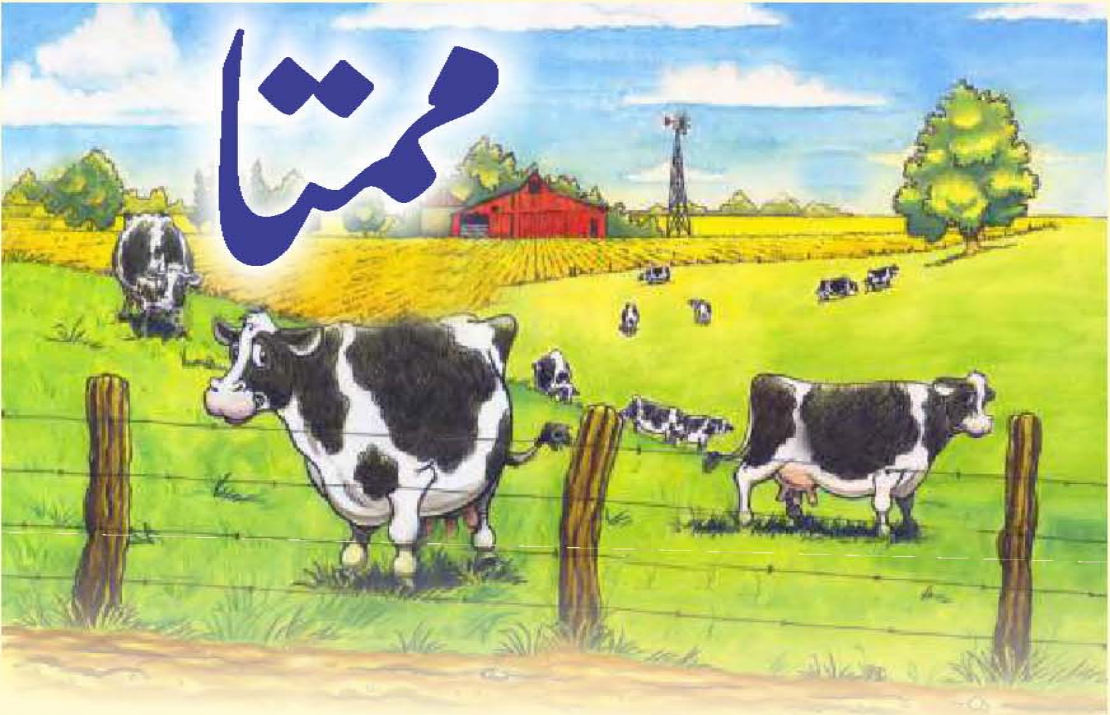
28, School Ward, Partapgarh - 230001 (UP)

عشق





ممتا



کسی گاؤں میں رادھا نام کی ایک عورت رہتی تھی۔ اسے

ایک دن ہمیشہ کی طرح جانور مزے مزے میں گھاس چر رہے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ چاروں طرف دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ رادھا درخت کے سایے میں بیٹھی کھانا کھا رہی تھی۔ اچانک اسے ایک چھڑے کے چلانے کی آواز سنائی دی۔ وہ کھانا چھوڑ کر اٹھی اور دوڑتی ہوئی جانوروں کے پاس پہنچی اس نے دیکھا ایک شیر نے گائے کے چھڑے کو دبوچ رکھا ہے۔ چھڑا شیر کے پنجے سے نکلنے کے لیے ترپ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر رادھا بہت گھبرائی کہ شیر کے پنجے سے چھڑے کو کیسے چھڑائے؟ ادھر شیر چھڑے کو منہ میں دبائے جھاڑیوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ رادھا کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ کیا کرے کیا نہ کرے..... اتنے میں اس نے ایک عجیب نظارہ دیکھا.....

اس کی سب سے پیاری گائے گوری اپنے سینک

موسیقی پالنے کا شوق تھا۔ اس کے پاس بہت سے پالتو جانور تھے۔ گائے، بھینس، بکریاں وغیرہ۔ رادھا کو ان سے بہت پیار تھا۔ وہ ان کے چارے پانی اور صاف صفائی کا بڑا خیال رکھتی ان جانوروں میں گوری نام کی ایک گائے بھی تھی جو رادھا کو بہت پسند تھی۔

گاؤں سے تھوڑی دور ایک گھنا جنگل تھا۔ جنگل سے لگا ہوا گھاس کا بڑا میدان بھی تھا۔ رادھا روزانہ اپنے جانوروں کو چرانے اسی میدان میں لے جاتی تھی۔ جانور میدان میں گھاس چرتے رہتے اور رادھا کسی درخت کے سایے میں بیٹھی ان کی نگرانی کرتی۔ سارے جانور شام تک خوب سیر ہو کر گھاس چرتے اور شام کو رادھا انہیں لے کر لوٹ آتی۔ روزانہ تازہ ہوا اور ہری گھاس چرنے سے اس کے جانور گاؤں میں سب سے





رادھا گوری کے پاس آکر اس کی گردن سہلانے لگی۔ دواخانے میں مرہم پٹی کے بعد پھڑے کو باہر لایا گیا۔ پھڑے نے جیسے ہی گوری کو دیکھا وہ لنگڑاتا ہوا اپنی ماں کی طرف بڑھا گوری بھی لپک کر پھڑے کے پاس گئی اور اس کا بدن چاٹنے لگی۔ پھڑا گائے کا دودھ پینے لگا۔ گائے کی اس محبت کو دیکھ کر گاؤں کے لوگ بہت خوش ہوئے۔ ایک بزرگ نے کہا ”ممتا کا جذبہ صرف انسانوں میں نہیں جانوروں میں بھی ہوتا ہے۔“ رادھا کی آنکھ میں بھی خوشی کے آنسو تھے۔

سیدھے کیے شیر کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اپنے نو کیلے سیگنوں سے اس نے شیر پر حملہ کر دیا۔ اصل میں وہ پھڑا گوری ہی کا تھا۔ گوری کے حملہ کرنے کے بعد بھی شیر نے پھڑے کو نہیں چھوڑا..... گوری نے پھر شیر پر حملہ کیا۔ اس طرح گوری بار بار شیر پر حملہ کرتی رہی۔ گوری کی یہ بہادری دیکھ کر رادھا کی بھی ہمت بڑھی اور وہ اپنا ڈنڈا زمین پر مارتی ہوئی زور زور سے چلانے لگی۔ بچاؤ بچاؤ دوسرے جانور بھی چلا رہے تھے۔ رادھا اور جانوروں کا شور سن کر آس پاس کے لوگ مدد کے لیے دوڑ پڑے۔ یہ دیکھ کر شیر نے پھڑے کو چھوڑ دیا اور جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ پھڑے کی ٹانگ زخمی ہو گئی تھی۔ لوگوں نے فوراً زخمی پھڑے کو گاڑی میں ڈالا اور گاؤں کے جانوروں کے دواخانے پہنچے۔ گوری بھی گاڑی کے پیچھے پیچھے وہاں آئی۔

Mr. Salam Bin Razak

B-603, New Aakaar CHS, Opp. Haidary
Masjid Naya Nagar, Mira Road (E),
Dist. Thane - 401 107 (Maharashtra)

Subscription Form “Bachon Ki Duniya”

سالانہ خریداری فارم

میں بچوں کی دنیا‘ کارکی سالانہ خریدار بننا چاہتا/چاہتی ہوں۔

..... 100 روپے کا ڈرافٹ/ منی آرڈر..... بتا رہا/بتا رہی ہوں۔

نام National Council for Promotion of Urdu Language منسلک ہے۔

IFSC: SYNB0009009، A/C: 90092010045326 میں نے زیر تعاون سالانہ -/ 100 روپے

میں جمع کروادیا ہے۔

آپ بچوں کی دنیا‘ ایک سال کے لیے اس پتے پر بھیجوائیں:

نام :

پتہ :

.....

اس فارم کو درج ذیل پتے پر بھیج دیں:

Sales Department: NCPUL, West Block 8, Wing7, RK Puram, New Delhi - 110066

فون: 011-26109746 فیکس: 011-26108159 E-mail: sales@ncpul.in

دستخط





دادا جان کی کہانی

سیدھا سادا تھا۔ مگر ایک دن اس سے ایک ایسی حرکت سرزد ہو گئی جس سے وہ بہت بدنام اور رسوا ہوا۔

”کیا کیا تھا اس نے“ صارم پوچھ بیٹھا۔

”بتا رہا ہوں“ دادا جان نے آگے کہنا شروع کیا۔

اسی محلے میں نعیم نام کا ایک بہت غریب شخص بھی رہتا تھا جو کڑی محنت اور مزدوری کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتا تھا وہ اکثر مزدوری کرنے قریب کے دوسرے شہر میں چلا جایا کرتا تھا۔

ایک دن کی بات ہے نعیم مزدوری کرنے کے لیے دوسرے شہر جا رہا تھا اس کے ہمراہ اس کے کئی مزدور ساتھی بھی تھے جو ایک قلی گاڑی (ایک مخصوص ویگن) پر سوار تھے۔ اچانک اسے اپنے بچوں کا خیال آ گیا۔ گھر میں کھانے پینے کے لیے کچھ بھی نہ تھا اس نے ادھر ادھر نظر دوڑائی۔ دفعتاً اس کی نظر انجان پر پڑی جو قریب ہی موجود تھا۔ اس نے غلت میں دس روپے کا ایک نوٹ انجان کو تھماتے ہوئے کہا کہ جلدی سے وہ اس کی ماں کو جا کر دے دے اور ماں کو یہ بھی بتا دے کہ وہ کل شام تک گھر واپس آئے گا۔ انجان نے نعیم کے گھر پہنچ کر اس کی ماں کو ساری بات بتا دی مگر دس کا نوٹ اس کی ماں کو نہ دے کر اپنی ہی جیب میں رکھ کر واپس چلا آیا۔

دوسرے روز نعیم جب اپنے گھر واپس آیا تو اس کی ماں نے شکایتی مگر نرم لہجے میں کہا کہ بیٹا تجھے کہیں جانا تھا تو کچھ پیسے کا انتظام کر دیتا پاس پڑوس سے قرض مانگنا مجھے اچھا نہیں لگا

دادا جان آئے دن ہم سب کو چھوٹی موٹی سبق آموز کہانیاں سناتے رہتے تھے خصوصاً شام کی چائے کے بعد۔ مگر ادھر کچھ دنوں سے وہ خاموش اور بچھے بچھے سے رہنے لگے تھے۔ نہ معلوم کیوں؟ ہم سب نے بھی نہیں پوچھا ان سے کہ کہانیوں کا یہ مزیدار سلسلہ کیوں روک دیا گیا بس آپس میں چہ میگوئیاں کر کے رہ گئے۔ مگر خلاف توقع آج وہ بڑے خوشگوار موڈ میں تھے، انھوں نے خود ہی پیش کش کر دی کہ آج وہ ہم سب کو ایک اچھی سی کہانی سنائیں گے۔ بس پھر کیا تھا ہم سب بڑی بے تابی سے اس کہانی کا انتظار کرنے لگے۔ کل اتوار یعنی چھٹی کا دن تھا اگر کہانی میں زیادہ وقت لگا اور صبح جاگنے میں کچھ دیر ہو بھی گئی تو کوئی حرج کی بات نہیں مگر دادا جان نے ہمارے ارادے بھانپ کر سختی سے تاکید فرمائی کہ چھٹی کا دن ہو یا پڑھائی کا دن صبح وقت پر ہی جاگنا ہے۔ صبح وقت پر جاگنا تمھاری صحت کے لیے مفید ہوگا اور وقت کا صحیح استعمال تمھاری کامیاب زندگی کا ضامن ثابت ہوگا۔

پھر ایک طویل خاموشی کے بعد دادا جان نے کہانی شروع کی ہم سب ہمت تن گوشت ہو گئے تھے۔ میرے لڑکپن کی بات ہے۔ ان دنوں آج کل کی طرح مہنگائی نہیں تھی۔ ضرورت کی ساری چیزیں سستی تھیں یوں سمجھ لو کہ صرف پانچ روپے میں گھر کے کل افراد کے لیے مناسب طور پر کم از کم ایک وقت کا کھانا ہو جاتا تھا۔ خیر! آگے سنو میرے محلے میں دس بارہ برس کا ایک لڑکا رہتا تھا جس کا نام انجان تھا وہ فطری طور پر بہت نیک اور





جان نے گلوگیر لہجے میں پوچھا ہم سب ان کی بھرائی ہوئی آواز پر چونک پڑے تھے۔

ہاں! ضرور بتائیں دادا جان سنبل پر اشتیاق لہجے میں بولی۔

”وہ میں تھا“ دادا جان بے اختیار بلک پڑے۔

نہیں! ہم سب کی چچیں نکل پڑیں۔

دادا جان بڑی دیر تک سسکیاں لیتے رہے۔ ہم سب

حیرت زدہ دم سادھے رہے۔ ہاں بچو! یہ سچ ہے میں بھی ان

دنوں ایک نادان لڑکا تھا۔ برے بھلے کی تیز مجھ میں نہیں تھی۔

دادا جان نے اپنی بھگی پٹلیں پوچھتے ہوئے کہا لیکن اس بات

سے من کا بوجھ ہلکا ہے کہ میں نے کسی حد تک اس غلطی کی تلافی

کروی ہے۔

”وہ کس طرح“ ہم نے یک زبان ہو کر پوچھا۔

”وہ اس طرح کہ نعیم اور اس کی ماں کا اعتماد حاصل

کرنے کے لیے کافی دنوں تک اپنی خدمات پیش کرتا رہا مثلاً

ان کی ضرورت کا سامان بازار سے لانا کوئی بیمار پڑا تو دوا وغیرہ

لا دینا۔ آپ نے بہت اچھا کیا، شفیق بولی اور دادا جان کا سر

سہلانے لگی۔

بچو آج تم سب مل کر یہ عہد کر لو کہ کبھی کوئی ایسا کام نہیں

کرو گے جو پچھتاوے اور ندامت کا سبب بنے۔ یہ پچھتاوا

تمہاری زندگی میں سائے کی طرح تمہارے ساتھ چلے گا اور

تمہاری کامیابی کی راہ میں رکاوٹ کھڑی کرے گا۔

دادا جان کی کہانی ختم ہو گئی تھی مگر ہم سب کی آنکھیں اب

تک نم تھیں۔

بچوں کو کسی طرح بہلا پھسلا کر بھوکے ہی سنانا پڑا مگر صبح جب

بچے بھوک سے بلبلاتے تھے تو ایک پڑوسن سے پانچ روپے ادھار

لے کر کسی طرح ان کے پیٹ کی آگ بجھائی مگر میں نے تو

انجان کے ہمراہ دس روپے بھیجے تھے۔ کیا وہ..... اچھا سمجھ

گیا!

اس نے روپے مار لیے۔

ٹھیک ہے میں انجان کی ماں سے ابھی جا کر شکایت کرتی

ہوں۔

آپ جائیں مگر اپنا لہجہ دھیمار کھنا۔ بچہ ہی ہے۔ ہاتھ میں

روپیہ دیکھ کر من بہک گیا ہوگا۔

انجان کی ماں کے دل کو بڑی ٹھیس پہنچے گی۔ انجان کو

صرف تنبیہ کرنے کو کہنا اور واپس چلی آنا۔

انجان کی ماں نے اپنے لاڈلے کی یہ حرکت سنی تو بے

حد افسردہ ہو گئی اسے لگا کہ یہ حرکت خود اس نے کی ہے وہ اپنے

بیٹے انجان پر غصہ کرنے کے بجائے خود کو کو سننے لگی کہ بیٹے کی

ترہیت میں اس سے کہاں کی رہ گئی تھی۔

انجان جب اپنے گھر پہنچا تو اپنی ماں کی نم آنکھیں اور غم

زدہ چہرہ دیکھ کر فوراً سمجھ گیا کہ اس کی ماں کو سب کچھ معلوم ہو گیا

ہے۔ وہ بے اختیار اپنی ماں کے قدموں پر گر کر رونے لگا کہ

ماں مجھے معاف کر دو مجھ سے سخت بھول ہو گئی ہے۔

کم بخت جا پہلے اس غریب کی ماں سے معافی مانگ اور

لے یہ دس روپے ان کو واپس کر اور جب تک اس کی ماں تجھے

معاف نہ کر دے واپس مت آنا۔ تیری وجہ سے اس غریب کے

بچوں کو بھوکے سونا پڑا۔ پھر اس نے اپنی ماں کے حکم کے مطابق

نعیم کی ماں کو روپے لوٹا کر ان سے معافی مانگ لی۔

بچو! تم سب معلوم کرنا چاہو گے کہ وہ انجان کون تھا۔ دادا

Samad Safi

Bharat Telecom, State Bank Gali

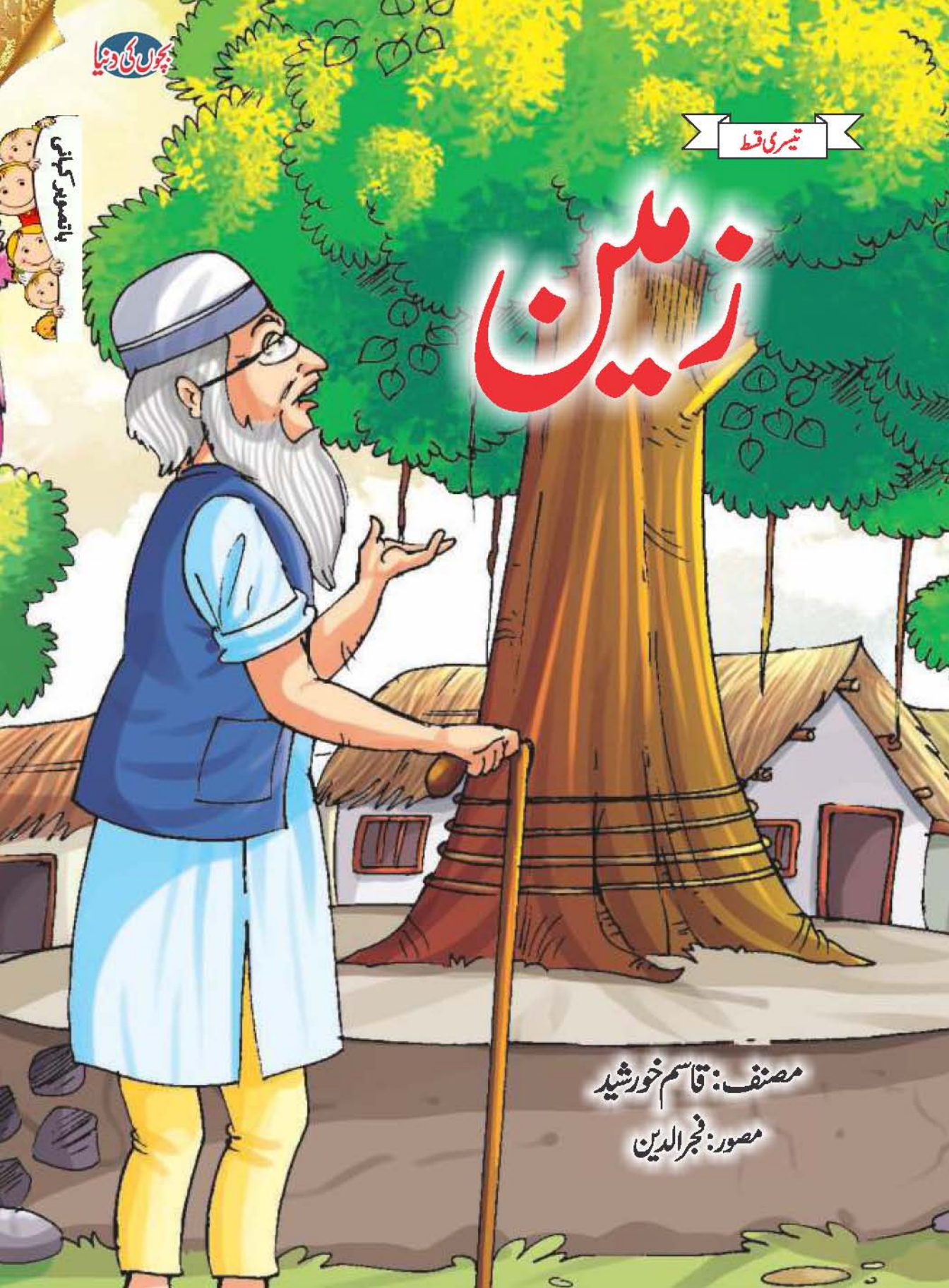
P.O: Jhajha, Distt: Jamui - 811308 (Bihar)



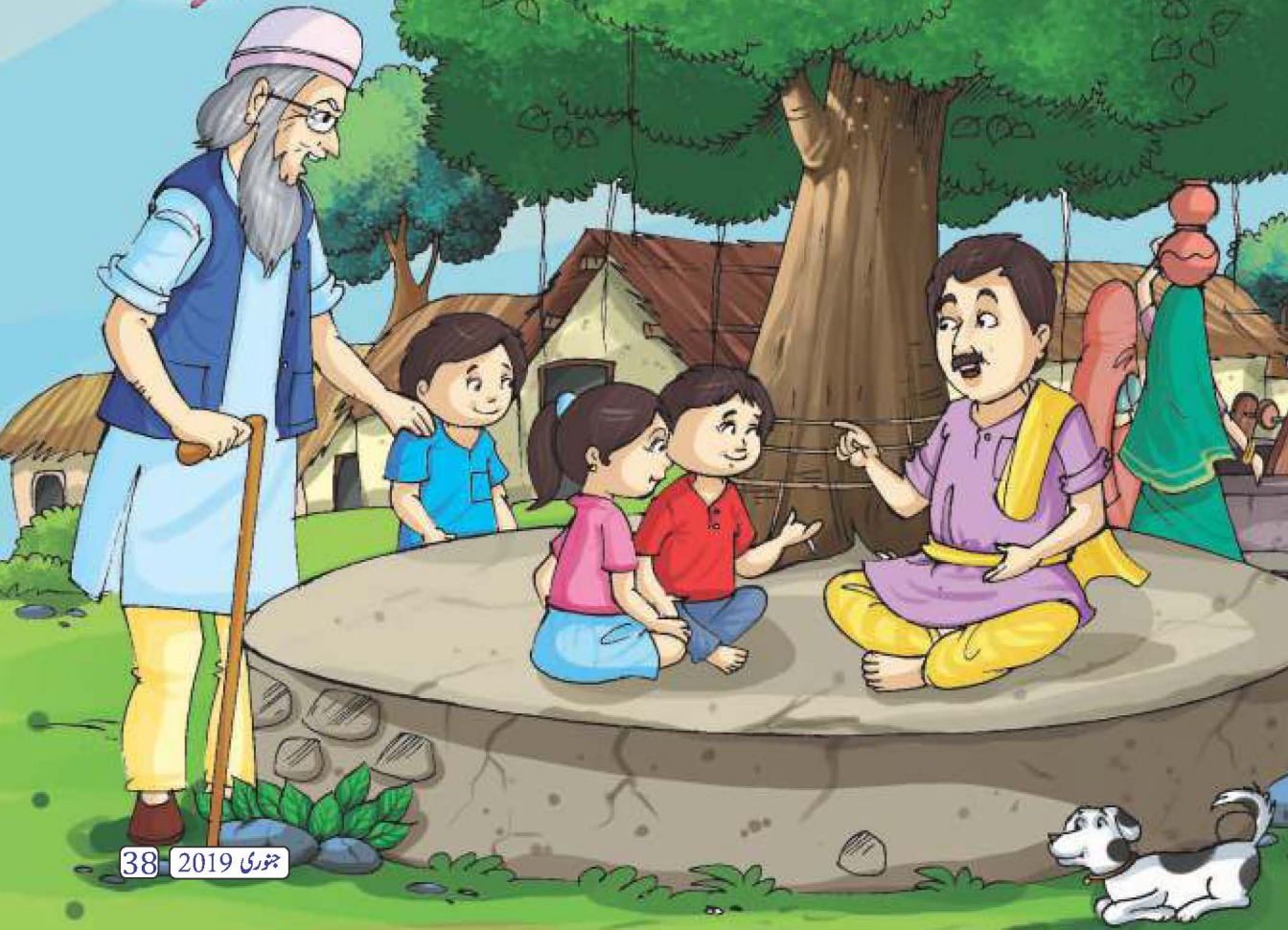
زمین

مصنف: قاسم خورشید

مصور: فجر الدین



وہ ان کی اپنی زمین تھی۔ پودا دھیرے دھیرے پھیلتا گیا اور پھر شیخ رضانی کے لگ بھگ بیس کٹھے کے اس پلاٹ پر درخت بن کر بائیں پسار کر کھڑا ہو گیا۔ انھوں نے اس کے بیچ میں چبوترہ بنوایا۔ وہاں پنچایت بھی ہوتی، بچے کھیلتے، لوگ قصے کہانیاں سنتے۔ دھیرے دھیرے آس پاس کے گاؤں والے لوگ اس درخت کی جڑوں میں بیٹھ کر پوجا پاٹ بھی کرنے لگے۔ لوگوں کی منتیں بھی پوری ہونے لگیں۔ لیکن پوجا کرنے والے لوگ صرف صبح میں ہی دیکھے جاتے تھے۔





شیخ رضانی کے بیٹوں کے نظریے سے یہ زمین بہت اچھا و تھی اور ان کا ایسا سوچنا غلط بھی نہیں تھا کہ قانونی طور پر زمین ان کی ہی تھی۔ وہ جب چاہتے جوت سکتے تھے، لیکن شیخ رضانی ان کی پوری طرح سے مخالفت کر رہے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ برسوں پہلے انھوں نے جس درخت کی کلپنا کی تھی اور وہ درخت جس روپ میں ابھر کر ان کے سامنے آیا تھا، اسے بیٹوں کی ضد کے آگے قربان کر دیں۔

انھیں بیٹوں کے رویوں کو دیکھ کر محسوس ہو

چکا تھا کہ ان کے بعد یہ درخت یوں ہی

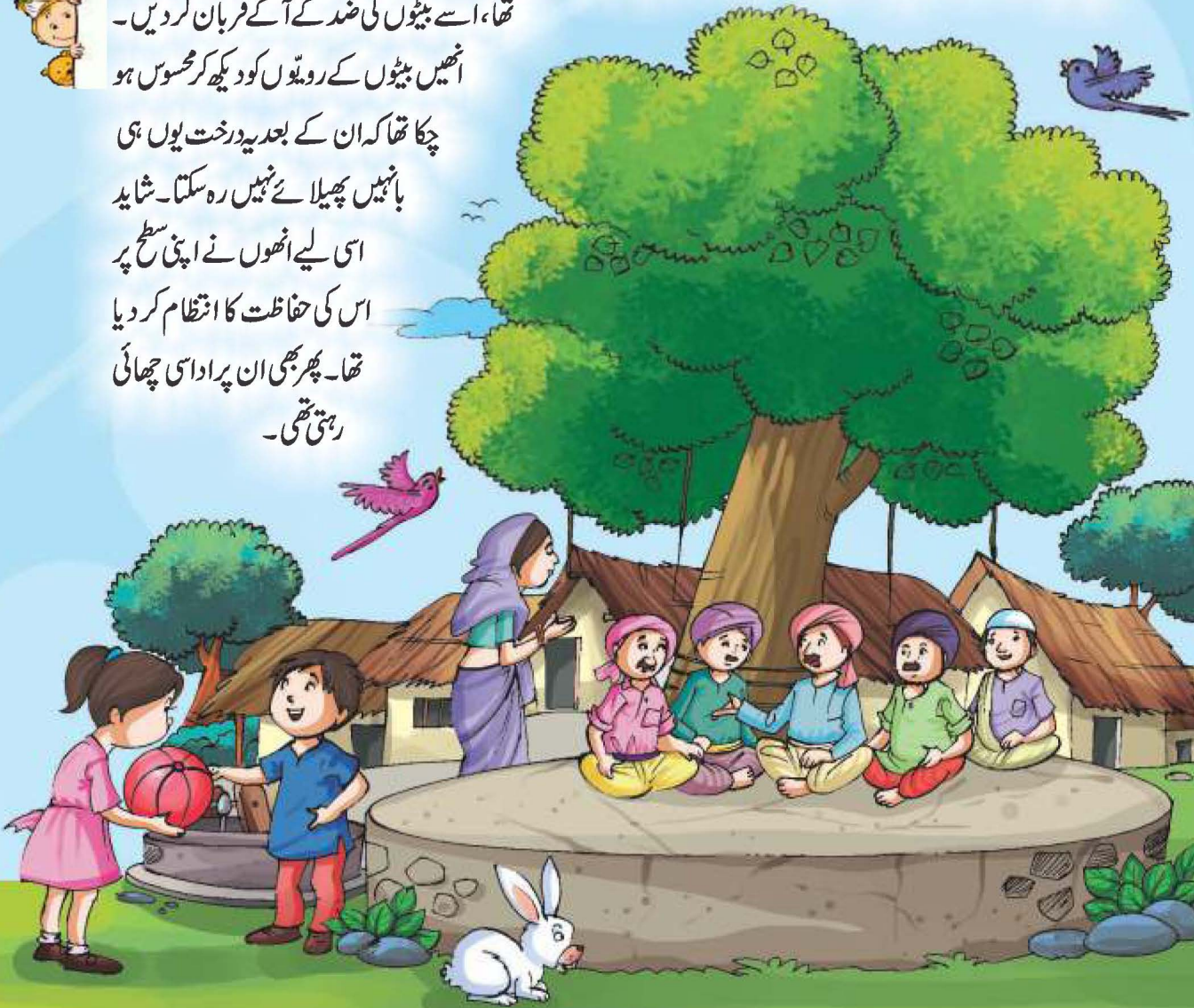
با نہیں پھیلائے نہیں رہ سکتا۔ شاید

اسی لیے انھوں نے اپنی سطح پر

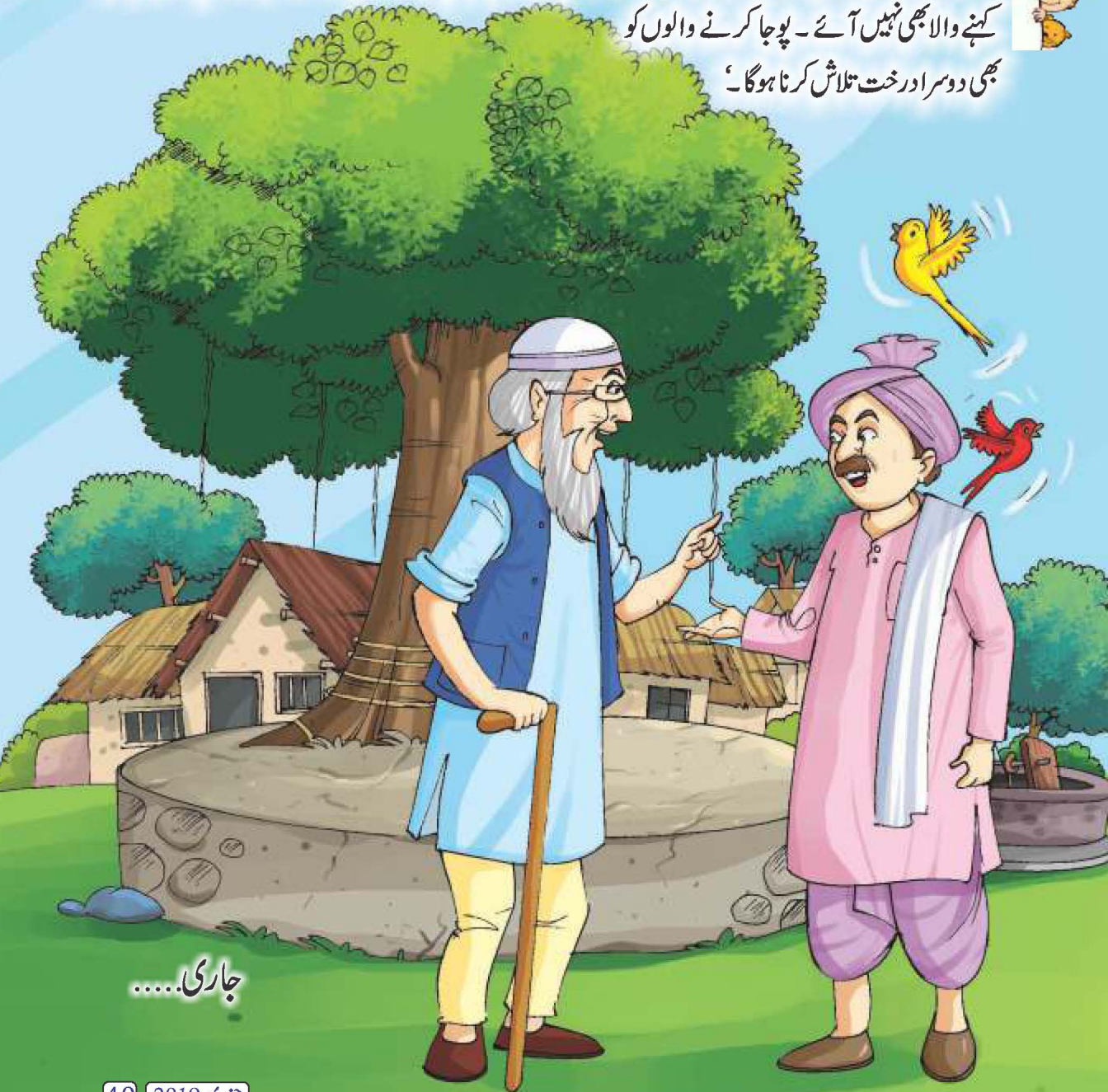
اس کی حفاظت کا انتظام کر دیا

تھا۔ پھر بھی ان پر ادا اسی چھائی

رہتی تھی۔



آج اپنے دل کی بات انھوں نے اپنے بچپن کے دوست نتھنی رام سے کہی۔
 'کیا کہتے ہو نتھنی۔ اب تو ہم لوگ کسی بھی روز گزر جائیں گے۔'
 'کیا کرو گے، یہ تو ہوتا ہی ہے رمضان میاں۔' نتھنی نے دور کھیتوں کو تکتے ہوئے کہا۔
 'نتھنی مجھے ایک چٹنا ہے کہ اگر میں نہیں رہا تو ہو سکتا ہے یہاں پر چوپال نہ ہو، یہ درخت بھی نہ رہے، کوئی کہانی
 کہنے والا بھی نہیں آئے۔ پوجا کرنے والوں کو
 بھی دوسرا درخت تلاش کرنا ہوگا۔'



جاری.....

بچوں کی دنیا



چوتھی قسط

شہر میں ایک جنگل



مصنف: کمارن ست سیوم
مترجم: عباس آصف

پیارے دوستو! آپ نے بچوں کی دنیا میں کئی اچھے اور مشہور ناولوں کو پڑھا ہے۔ 'شہر میں ایک جنگل' جنگلوں کی دنیا، پیڑ پودوں اور مختلف حشرات الارض کی معلومات پر مبنی ایک دلچسپ سلسلہ ہے جس کے مصنف کمارن ستیہ سیوم ہیں جو ماحولیات اور جنگلاتی زندگیوں پر لکھتے رہے ہیں۔ ان کی کتاب میرین میل آف انڈیا بھی کافی مقبول ہوئی تھی۔ انہوں نے 1990 میں یہ کتاب Forest in the City لکھی تھی۔ اس کتاب کو ماحولیات پر بچوں کے لیے لکھی کتابوں پر پہلا انعام بھی دیا گیا تھا۔ کمارن ستیہ سیوم آئی آئی ٹی مدراس (چنئی) میں سات برسوں تک رہے تھے۔ آئی آئی ٹی اس وقت 600 ایکڑ سے بھی زیادہ کے رقبے پر پھیلا ہوا تھا اور زیادہ تر گھنے جنگلوں پر مشتمل تھا۔ کمارن ستیہ سیوم نے ان جنگلوں میں مختلف تجربات کیے تھے اور ان تجربات کو ہی کتابی شکل دی تھی جسے 'بچوں کی دنیا' میں پیش کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

طور پر دوانڈے دیکھے تھے۔ ان انڈوں کے رنگ اور زمین کے رنگ میں کوئی فرق نہیں تھا سوائے اس کے کہ ان پر کالے کالے دھبے تھے۔ اگر میں نے ان کا صحیح محل وقوع ذہن میں نہ رکھا ہوتا تو میں انہیں شاید دوبارہ نہیں دیکھ پاتا۔ میں انڈوں سے بچے نکلنے کا نظارہ کرنا چاہتا تھا اور اس مقصد سے میں روزانہ وہاں جایا کرتا تھا تاہم میں اس سے محروم رہا کیونکہ بچے نکلنے کے بعد یہ پرندہ اپنی جگہ چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا تھا۔ جو پرندے زمین پر اپنا گھونسلہ بناتے ہیں انہیں انڈے سینے کی مدت کے دوران نیز بچے پالنے کی مدت کے دوران اپنے دشمنوں سے جان کا بے حد خطرہ ہوتا ہے لہذا اپنے دشمنوں کو خود تک نہ پہنچنے دینے کے لیے 'اسٹون کریو' افزائش نسل کے زمانے میں اپنی جسم کی فطری خوشبو سے محروم ہو جاتا ہے تاکہ کتے جیسا جانور بھی اس کی بوسگھ کر اس کے ٹھکانے کا اندازہ نہیں کر پاتے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس مدت کے دوران

ولایتی ببول کے جنگل میں رہنے والا ایک دوسرا دلچسپ پرندہ 'اسٹون کریو' تھا۔ اس چڑیا کا تعلق پلوور کنبے سے ہے۔ اس کا رنگ بھورا ہوتا ہے اور قد میں یہ چڑیا کوئے کے برابر ہوتی ہے۔ تاہم اس کے پیر زرد رنگ کے اور بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ یہ چڑیا عام طور پر زمین پر ہی رہنا پسند کرتی ہے اور بہت کم اڑتی ہے۔ کسی قسم کا خطرہ محسوس کرنے پر ہی انتہائی خاموشی سے آگے بڑھ جاتی ہے۔ بعض اوقات یہ اپنے آپ کی حفاظت کے لیے زمین پر سٹ کر ایسی بیٹھ جاتی ہے گویا پتھر ہو گئی ہو۔ اور اس کے دشمن اسے نہیں دیکھ پاتے۔ اس کا رنگ ایسا ہوتا ہے کہ یہ زمین کے رنگ سے ہم آہنگ ہو جاتی ہے اور بہت نزدیک سے دیکھنے پر بھی نظر نہیں آتی۔

'اسٹون کریو' چڑیا کے انڈے بھی اسی کے رنگ کے ہوتے ہیں۔ عام طور پر یہ چڑیا تھوڑی سی گھاس پھوس جمع کر کے دوانڈے دے دیتی ہے۔ ایک مرتبہ میں نے اتفاقاً





اور بڑی بڑی ہوتی ہیں جو اس بات کا اشارہ کرتی ہیں کہ یہ جانور کھلے میدانوں کا جانور ہے تاکہ یہ اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے دور تک دیکھ سکے۔ نر اور مادہ سیاہ ہرن دیکھنے میں کافی مختلف ہوتے ہیں۔ سیاہ ہرن کی مادہ یعنی ہرنی زرد رنگ کی ہوتی ہے۔ صرف پیٹ کا اندرونی حصہ اور ٹانگیں سفید ہوتی ہیں۔ اس ہرنی کو دیکھ کر مجھے ہمیشہ اونٹ کی یاد آتی۔ سیاہ ہرن کے بچے اپنی ماں کی طرح ہی ہوتے ہیں۔

نر سیاہ ہرن اپنی مادہ سے اس معنی میں بھی مختلف ہوتا ہے کہ اس کے سر پر گول چکر دار سینگ ہوتے ہیں۔ ان سینگوں میں متعدد حلقے سے لمبائی میں پڑے ہوتے ہیں (جو کالے ہرن کے کندھے تک لمبائی میں ہو سکتے ہیں) بوڑھے ہرنوں کے سینگوں میں تین چار چکر ہوتے ہیں۔ جوان ہرن کے سینگ چھوٹے ہوتے ہیں اور ان میں گھماؤ نہیں ہوتا۔ جیسے جیسے اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے سینگ لمبے اور چکر دار ہوتے جاتے ہیں۔

نر ہرن تین سال تک رنگ کے اعتبار سے ہرنی سے مشابہ رہتا ہے۔ پھر اس کی کھال کے بالوں کا رنگ سیاہ ہونے لگتا ہے۔ بوڑھے ہرنوں میں یہ رنگ بہت گہرا بھورا تقریباً سیاہ ہونے لگتا ہے۔ یہ رنگ مختلف موسموں میں ہلکا یا گہرا بھی ہوتا رہتا ہے۔ بارش کے موسم کے بعد خوب گہرا چمکیلا رنگ نکل آتا ہے۔ سیاہ ہرن کھلے میدانوں کا جانور ہے۔ یہ جنگلات اور پہاڑی علاقوں میں رہنا پسند نہیں کرتا۔ اگر اس کا پیچھا کیا جائے تو یہ بڑی گھاس میں پناہ لیتا ہے۔ یہ جانور خالص ہندوستانی ہے اور پورے ہندوستان کے میدانوں میں ملا کرتا تھا۔ تاہم اس کے شکار اور اس کی فطری رہائش گاہ کے خاتمے نے اس کی تعداد بہت کم کر دی ہے۔ صحیح رہائش گاہ کے خاتمے سے کوئی بھی

عارضی طور پر اس پرندے میں کوئی ناگوار بو پیدا ہو جاتی ہو۔ ایک شخص نے مجھے بتایا کہ افزائش نسل کے زمانے میں مارے گئے ایک اسٹون کرلیو کا گوشت کھایا۔ اس نے کہا کہ اس کا مزہ ایسا تھا جیسے کسی کیوٹر کو کوئین میں ابالا گیا ہو۔

سیاہ ہرنوں کے میدان

آئی آئی ٹی میں آنے والے پیش تر ملاقاتی جب کبھی بھی آئی آئی ٹی آئے ہوں گے تو انھوں نے کیپس کے نزدیک چلتے ہرن ضرور دیکھے ہوں گے۔ انھیں دیکھ کر آنے والے متاثر ضرور ہوتے ہیں کیونکہ یہ چلتے ہرن یا چینل بڑا خوبصورت جانور ہوتا ہے اور تمام ہرنوں سے زیادہ خوبصورت ہوتا ہے۔ کیپس کے ارد گرد ہرن اس طرح گھومتے ہیں جیسے گھریلو مویشی ہیں۔ شاید کسی اور شہر میں یہ نظارہ نہ دیکھا جاسکے۔ گنڈی نیشنل پارک سے ملا ہوا پارک عام طور پر ہرن پارک کے نام سے جانا جاتا ہے اور عام طور پر لوگ یہاں ایک دوسرے شاندار جانور کی موجودگی کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔ اس جانور کا نام کالا ہرن ہے۔ اس جانور کے کم دیکھے جانے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس کی تعداد چینل کے مقابلے میں قدرے کم بھی ہے۔ اس کے علاوہ سیاہ ہرن اپنے مخصوص علاقے سے باہر آنا بھی پسند نہیں کرتے جبکہ چینل چاروں طرف گھومتے پھرتے ہیں۔ اس طرح سیاہ ہرن عام طور پر وہاں رہنا پسند کرتے ہیں جہاں وہ زیادہ لوگوں کی نظروں میں نہ آئیں۔

کالا ہرن عام طور پر گھریلو بکری کی جسامت کا ہوتا ہے۔ سائنسی نقطہ نظر سے اسے خالص ہرنوں میں شمار نہیں کیا جاتا۔ جبکہ چینل کا شمار خالص ہرنوں میں ہوتا ہے۔ سیاہ ہرن کی دم چھوٹی ہوتی ہے اور تقریباً معدوم ہوتی ہے۔ اس کی آنکھیں سیاہ





محسوس ہوتا ہے تو یہ متعدد چھلانگیں لگاتا ہوا غائب ہو جاتا ہے۔ ایسا کرتے وقت ہرن اپنی جگہ سے کئی بار اچھلتا بھی ہے جو دوسروں کے لیے ایک طرح سے خطرے کا اعلان بھی ہوتا ہے کیونکہ جب ہرن فضا میں بلند ہو کر زمین پر واپس آتا ہے تو اس کے کھڑ زمین سے ٹکراتے ہیں اور زبردست آواز پیدا ہوتی ہے۔ فضا میں اپنی جگہ بلند ہو کر سیاہ ہرن خطرے کے ماخذ کو دیکھ لیتا ہے خاص طور پر اگر یہ خطرہ گھاس میں چھپا ہوا ہو۔

ایک مرتبہ دوپہر بعد میں سائیکل پر سوار ہو کر اسٹینڈیم جا رہا تھا۔ یہاں سیاہ ہرنوں کا ایک جھنڈ بھی رہتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک سیاہ رنگ کا ہرن میرے آگے آگے سڑک پر جا رہا ہے۔ مجھے یہ خیال آیا کہ کیوں نہ آج اس سیاہ ہرن کی روایتی تیز رفتاری کا امتحان لیا جائے۔ میں زور سے چیخا ہوا اور اپنی سائیکل تیزی سے آگے بڑھائی۔

سیاہ ہرن نے مڑ کر مجھے اچھنبھے سے دیکھا اور میرے

جنگلی جانور براہ راست زیادہ شکار سے بھی ختم ہو جاتا ہے۔ سیاہ ہرن مختلف قسم کی گھاس اور موٹے اناج اور دانے وغیرہ پر گزارہ کرتا ہے۔ سیاہ ہرن کا دن گھاس چرنے سے شروع ہوتا ہے اور یہ عمل تقریباً دوپہر تک جاری رہتا۔ یہ جانور دوپہر میں آرام کرتا ہے اور سہ پہر ڈھلنے کے بعد پھر سے چرنے کے لیے نکلتا ہے۔ سیاہ ہرن عام طور پر 20 سے 30 جانور کے جھنڈ میں رہتا ہے۔ کچھ علاقوں میں یہ تعداد زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔ روایتی طور پر سیاہ ہرن کے جھنڈ کی رہنما عام طور پر کوئی بوڑھی ہرنی یا بالغ ہرن ہوتا ہے۔ ساتھ ہی کئی ہرنیاں اور چھوٹے بچے بھی ہوتے ہیں۔ اکثر دو جھنڈ باہم مل بھی جاتے ہیں۔

سیاہ ہرن کی قوت سماعت واجبی ہے اور سونگھنے کی طاقت زیادہ ہے مگر نظر بے انتہا تیز ہوتی ہے اور رفتار کا کیا کہنا۔ یہ تمام چیزیں اسے تحفظ دیتی ہیں۔ جب سیاہ ہرن کے کسی جھنڈ کو خطرہ





کے امکانات بہت کم تھے۔ ہم نے اس کی ماں کو ارد گرد تلاش کیا اندھیرا ہونے کی وجہ سے وہ ہمیں مل نہ سکی کیونکہ یہ بات کسی کو بھی پسند نہ تھی کہ بچے کو بے یار و مددگار جنگل میں چھوڑ دیا جائے خاص طور پر ان حالات میں جبکہ جنگل میں کتے اور گیدڑ تھے۔ لہذا بچہ ہماری نگرانی میں آگیا۔

یہ بچہ کسی بالغ ہرن کی ہو بہو نقل معلوم ہوتا تھا۔ شاید چند گھنٹوں سے زیادہ اس کی عمر نہ تھی۔ پھر بھی وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو جاتا تھا۔ اگرچہ اس کے پاؤں تھوڑے سے کانپتے تھے۔ یہ اپنی گیلی آنکھوں سے چاروں جانب دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد وہ ادھر ادھر چلنے اور دوڑنے لگا۔ آہستہ آہستہ اسے اپنے پیروں پر قابو بھی ہو گیا۔ وہ ایک جانب جا ہی رہا تھا کہ ایک پاؤں پھسلا اور گھاس کے ایک ڈھیر پر گر گیا۔

ہرن کے بچے کو آہستہ آہستہ اپنے پاؤں پر قابو ہوتا گیا جب سے پکڑ کر اٹھایا جاتا تھا تو وہ بڑی تیزی سے اپنے پاؤں چلاتا تھا۔ اسے میرے ایک دوست کے کمرے میں لے جایا گیا جہاں چند چادروں سے فوری طور پر اس کے لیے ایک بستر تیار کیا گیا۔ ہم ایک پیالے میں تھوڑا سا دودھ لے آئے اور سیاہی بھرنے والے ڈراپر کی مدد سے اس کے منہ میں دودھ پکانے کی کوشش کی گئی لیکن بچے کو دودھ پینے کی کوئی تربیت تو ملی نہیں یا تو اسے دودھ پسند نہیں آیا یا دودھ پلانے کا طریقہ۔ اس نے بڑی سختی سے اپنا منہ بند کر لیا اور ایک بوند بھی دودھ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ہم نے زبردستی اس کا منہ کھول کر دودھ کی چند بوندیں منہ میں پٹکانیں۔ دودھ پلانے کا یہ عمل بہت مشکل اور پیچیدہ تھا۔ ہم نے اس کے ارد گرد بڑی چادر لپیٹ دی۔ صرف اس کی گردن اور اس کا سر باہر رکھا۔ اس سے بھی کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا۔

آگے آگے ڈکلی چال سے چلنے لگا۔ میں نے اپنی سائیکل کی رفتار اور بڑھائی۔ مجھے ایسا لگا کہ ہرن اور میرے درمیان کا فاصلہ کم ہو رہا ہے لیکن دراصل ایسا نہیں ہوا سائیکل کی رفتار بڑھتے ہی ہرن نے بھی اپنی رفتار بڑھا دی۔ میں نے سائیکل کی رفتار اور تیز کی، میرے دل میں خیال آیا کہ میں اس کے نزدیک پہنچ کر اس کی پیٹھ پر ایک دھپ جماؤں۔ لیکن میرے اور ہرن کے درمیان کا فاصلہ کم نہ ہو سکا۔ میں نے بہت کوشش کی مگر سائیکل کی رفتار اور نہ بڑھ سکی۔ میں نے محسوس کیا کہ یہ دوڑ تو بہت غیر مساوی ہے اور ہر حال میں سیاہ ہرن آگے رہے گا۔ آگے سڑک پر ایک موڑ تھا میں وہاں رک کر اپنی سائیس درست کرنے لگا۔ اتنی سی دوڑ نے مجھے ہانپنے پر مجبور کر دیا تھا۔ سیاہ ہرن سڑک چھوڑ کر کنارے گھاسوں میں چلا گیا تھا۔ وہ رک کر مجھے اس طرح دیکھ رہا تھا گویا کہہ رہا ہو کہ ارے تم نے تو بڑی جلدی ہار مان لی۔ میرا خیال ہے کہ اس نے اس طرح سے دوڑائے جانے کو ایک دلچسپ کھیل سے زیادہ اہمیت نہیں دی۔ میں تصور کر سکتا ہوں کہ موقع آنے پر سیاہ ہرن کس قدر دوڑ سکتا ہے۔

گرمیوں کی ایک شام کا لے ہرن کی ایک مادہ نے ہوسٹل کے نزدیک ایک بچے کو جنم دیا اور کسی بات سے پریشان ہو کر بچے کو چھوڑ کر بھاگ گئی۔ چند بچوں نے اس نوزائیدہ بچے کو پکڑا اور ہوسٹل کے اندر کے باغ میں لے آئے کیونکہ رات کا وقت تھا لہذا یہ بچے اس نوزائیدہ ہرن کے بچے کے تحفظ کے لیے فکر مند تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ اس بچے کو وہیں چھوڑ دیا جانا چاہیے تھا کیونکہ جلدی یا دیر سے اس کی ماں ضرور وہاں آتی اور اپنے بچے کو تلاش کر لیتی۔ میں جانتا تھا کہ سیاہ ہرن کے نوزائیدہ بچے کو پالنا آسان کام نہیں ہے اور اس بچے کے بچنے





سے تقریباً ملا ہوا ہی تھا۔ ہم بار بار یہ سوچ رہے تھے کہ ہمیں پہلے سے اس کا خیال کیوں نہیں آیا۔

چڑیا گھر کے حکام سے رابطہ قائم کرنے پر انھوں نے اس بچے کی نگہداشت کرنا تو قبول کیا لیکن اس کے ساتھ ہی اس شے کا اظہار بھی کیا کہ اس کا بچنا مشکل ہے کیونکہ سیاہ ہرن کے بچے کی پرورش ایک وقت طلب امر ہے۔ ہم نے اظہار تشکر کے ساتھ اس بچے کو چڑیا گھر کے حوالے کر دیا۔ وہاں کے ایک خاص محافظ نے بچے کو اپنی نگرانی میں لیا۔ اگلی شام جب میں اپنے اس بچے کی خیریت معلوم کرنے گیا کہ وہ کیسا ہے تو پتہ چلا کہ وہ اسی دن سہ پہر کے وقت مر چکا تھا۔

یہ میرے لیے بہت دکھ بھری خبر تھی۔ میں جو کچھ کر سکتا تھا وہ یہ تھا کہ اس کے مردہ جسم پر آخری نظر ڈالوں جو کلکڑی کے کھردرے فرش پر پڑا ہوا تھا اور اسے پتوں سے ڈھک دیا گیا تھا تا کہ کھیاں پریشان نہ کریں۔ اس بات کے واضح نشانات موجود تھے کہ ہرن کا یہ بچہ کسی بھی علامت کے بغیر مر گیا تھا۔ چڑیا گھر کا مویشی ڈاکٹر چند دنوں کی چھٹی پر تھا لہذا لاش کا پوسٹ مارٹم بھی ممکن نہ تھا۔ چونکہ گرمی کے دن تھے اور لاش کے خراب ہو جانے کا ڈر تھا لہذا اسے جلد ہی دفن دیا گیا۔ ہرن کے اس بچے کا انتقال شاید صدمے اور ناکافی دیکھ بھال کی وجہ سے ہوا تھا۔ وحشی جانور اگر قید میں رکھ کر پالے جائیں تو وہ اپنی بیماریاں چھپا لینے میں ماہر ہوتے ہیں اور بیمار ہوتے ہی چل بستے ہیں جب تک یہ علم ہو پاتا ہے کہ کوئی مسئلہ ہے تب تک بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے یا پھر مرض بہت بڑھ چکا ہوتا ہے اس واقع کے بعد میں خاص طور پر کسی آوارہ گرد جانور کو اپنی نگرانی میں لینے سے کترانے لگا۔

کچھ ہفتوں کے بعد ایک دیگر ہوٹل سے ایک دوست

اگلے دن دودھ پلانے کی ایک بوتل حاصل کی گئی۔ ہم نے محسوس کیا کہ اس کے ذریعے دودھ پلانا زیادہ آسان ہے۔ بچے نے یہ بوتل بھی قبول نہیں کی۔ اب ہمیں زبردستی کرنی پڑی۔ ہم نے دودھ میں تھوڑا پانی ملا یا کیونکہ کسی نے یہ کہا کہ سیاہ ہرن کے بچے کے لیے گائے کا دودھ بہت بھاری ہوگا۔ تاہم ایسا لگتا تھا کہ بچے نے گویا فاقے کر کر کے مرنے کا عہد کر لیا ہے۔ اسے دودھ پلانے کی ہر کوشش میں کم سے کم تین آدمیوں کی مدد درکار ہوتی تھی۔ پھر بھی چاق و چوبند نظر آتا تھا لہذا ہم نے تھوڑی تھوڑی دیر پر اسے تھوڑا تھوڑا دودھ پلانا جاری رکھا۔

اب چونکہ ہم سب کو اپنی پڑھائی اور اپنے تجربات بھی کرنے ہوتے تھے لہذا اند کوہ لالے ہرن کے بچے کی پرورش کا کام باری باری سے کیے جانے پر بھی ہم سب کے لیے ایک بہت مشکل مسئلہ بن گیا تھا۔ دوسرے دن ہم سب سمجھ گئے کہ اس بچے کو پیشہ وارانہ دیکھ بھال کی ضرورت ہے۔ کسی ایسے شخص کی تلاش شروع ہوئی جو اس بچے کی پرورش کا ہنر بھی جانتا ہو اور ساتھ ہی اس کو اپنی نگرانی میں لینے کے لیے بھی رضامند ہو۔ ہمیں صحافی مسٹر ہیری ملر کی یاد آئی جنھیں جانوروں کی پرورش کا بڑا تجربہ تھا لیکن بعض وجوہات کی بنا پر ہم ان سے رابطہ نہیں کر سکے۔ بلیو کر اس نام کی ایک دوسری انجمن تھی جو لاوارث اور ظلم کے شکار ہوئے جانوروں کی دیکھ بھال کرتی ہے۔ لیکن انھوں نے اس جانور کو قبول کرنے سے معذوری کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ جانور ان جانوروں کے زمرے میں نہیں آتا جن جانوروں کو وہ اپنی نگہداشت میں لیتے ہیں۔ آخر کار ہم نے نیشنل پارک میں واقع چلڈرنس زڈ یعنی بچوں کے چڑیا گھر سے رابطہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ چڑیا گھر آئی ٹی





قصہ وار

ہے۔ صرف انہی کے سروں پر سینگ ہوتے ہیں۔ ان سینگوں میں تین شاخیں ہوتی ہیں۔ ان کے سینگ سال کے آخر میں گر جاتے ہیں جبکہ سیاہ ہرن سمیت اس طرح کے دیگر جانوروں کے سینگ نہیں ہلتے۔ یہ سینگ کھوپڑی کی جڑی سے نکلنے لگتا ہے اور محلی گانٹھ سی محسوس ہوتی ہے لیکن بڑی تیزی سے بڑھتی ہے۔ کسی ہرن کے پہلے سینگ سیدھے ہی نکلتے ہیں۔ ان کے جھڑنے کے بعد نکلنے والے سینگ شاخ دار ہوتے ہیں۔ اگلے مرحلے میں ان میں اور شاخ پیدا ہو جاتی ہے۔

نئے سینگوں پر محمل نما کھال کا غلاف ہوتا ہے۔ یہ ملائم ہوتا ہے اور باریک روؤں سے ڈھکا ہوتا ہے۔ یہ کھال بڑی ملائم اور حساس ہوتی ہے۔ جن ہرنوں کے سینگ نکل رہے ہوتے ہیں وہ اس بات کا بڑا خیال رکھتے ہیں کہ ان کی سینگوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ وہ اپنی سینگوں کا استعمال جنگ یا دفاع کے لیے بھی نہیں کرتے۔ جب ہرن کے سینگ اپنی طبعی لمبائی کو پہنچ جاتے ہیں تو سینگ تک دوران خون کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے۔ محمل غلاف سوکھ جاتا ہے اور جھڑ کر نکل جاتا ہے۔ ہرن سینگ پر چڑھے ہوئے غلاف کو درختوں کے تنوں سے رگڑ رگڑ کر چھڑا دیتے ہیں۔ میں نے ایک چیتل کو ایسا کرتے ہوئے کئی بار دیکھا ہے۔ چیتل کی رگڑ اتنی شدید ہوتی ہے کہ درخت کے تنے کی چھال نکل جاتی ہے اور کبھی کبھی یہ چھال باریک ریشوں کی شکل میں درخت کے تنے سے جھوٹتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ایک مرتبہ میں نے ایک نر چیتل کو اپنے سینگوں کو پتوں کے ایک ڈھیر میں پیوست کرتے اور نکالتے ہوئے دیکھا دراصل وہ اپنے سینگوں پر چڑھا ہوا غلاف چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔

سینگوں کی مضبوطی اور ان کی صفائی خاص موسم میں ہی ہوتی ہے۔ نر ہرن ان سینگوں کا استعمال اپنے اوپر چھپنے والے

نے اطلاع دی کہ اسے فوری طور پر میری مدد چاہیے کیونکہ اس نے بھی چیتل کا ایک چھوٹا بچہ دریافت کیا ہے۔ چیتل کا یہ بچہ زبردست صدمے کا شکار ہوا تھا کیونکہ کتوں نے اسے خوب دوڑایا اور کاٹا تھا۔ میں بڑی تیزی سے اپنے اس دوست کے کمرے تک پہنچا۔ چیتل کا یہ بچہ مشکل سے سمیٹنے کے برابر تھا اور بڑی مصیبت سے فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا رنگ گہرا بھورا تھا اور اس کے دونوں پہلوؤں پر سفید دھبے بہت چھوٹے چھوٹے تھے۔ چھوٹا سا نوکیلا منہ گہرے رنگ کے لمبے کان اور گیلی ناک، اس کی ٹانگوں پر کتے کے کاٹنے کے نشانات تھے لیکن خوش قسمتی سے گھاؤ گہرے نہیں لگے تھے۔ چیتل کا یہ چھوٹا بچہ اس قدر سیدھا سادہ اور پرکشش لگ رہا تھا کہ جی چاہتا تھا کہ اسے پال لیا جائے تاہم سیاہ ہرن والی بات ابھی ذہن میں تازہ تھی اور میں جانتا تھا کہ اسے بچانے اور پالنے کی کوشش عقل مندی نہ ہوگی۔ میں نے اپنے دوست کو متوقع پریشانیوں کے بارے میں بتایا اور ہم نے ایک مرتبہ پھر چلڈرنس زو سے رابطہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ اس بچے کو بھی لینے کے لیے تیار ہو گئے۔ میں کئی دنوں تک چڑیا گھر نہیں جا سکا اور مجھے یہ بھی پتہ نہ چل سکا کہ آخر اس بچے کا کیا ہوا۔ آئی آئی ٹی اور گنڈی پارک میں پائے جانے والے جتنی دار ہرن سیاہ ہرنوں کے مقابلے میں سب سے بڑے جانور تھے۔ ایک صحت مند نر ہرن تین فٹ اونچا ہوتا ہے۔ چیتل کی کھال کا رنگ سرخی مائل بھورا ہوتا ہے اور اس پر سفید دھبے ہوتے ہیں۔ پیٹ کا حصہ اور کانوں کے اندر کا حصہ سفید ہوتا ہے۔ چیتل کے پہلوؤں پر پڑے ہوئے دھبے اوپر سے نیچے کی جانب دھاریاں سی بناتے ہیں۔ نر چیتل عمر کے ساتھ ساتھ گہرے رنگ کا ہوتا جاتا ہے۔ ان کی گردنیں چہرے اور پیٹھ تقریباً کالے رنگ کی ہو جاتی





سینگوں کا فرق یہ ہے کہ ہرن کے سینگ خالص ہڈی کے بنے ہوتے ہیں جبکہ اس قبیل کے دوسرے جانوروں کے سینگ یہاں تک گائے اور بکریوں کے سینگ بھی دو حصوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ سینگ نما خاروں پر ایک سخت خول سا چڑھا ہوتا ہے اور ہڈیوں جیسا ہی لگتا ہے۔ میں نے ہرن کے سینگوں کو بہت مضبوط پایا ہے۔ میں نے ایک ایسا بارہ سنگھا دیکھا جو بہت حد تک انسانوں سے مانوس تھا اور طلبہ سے اکثر کھانے پینے کی چیزیں وصول کیا کرتا تھا۔ یہ بارہ سنگھا تقریباً دو برس کا تھا اور اس کے دو شاخ سینگ بڑے پتلے تھے اور مضبوط نہیں لگتے تھے۔ ایک دن میں نے کھیل کھیل میں اس بارہ سنگھے کی سینگیں پکڑ لیں۔ بارہ سنگھے نے ہلکے سے اپنا سر بلایا۔ مجھے اس کی سینگوں کی زبردست قوت کا اندازہ ہوا۔ اس کی پتلی پتلی سینگوں میں بے پناہ قوت پوشیدہ تھی اگرچہ دیکھنے میں وہ کمزور معلوم ہوتی تھیں۔ یہ سینگیں محض نمائشی نہیں تھیں۔ اگر بارہ سنگھا چاہتا تو کسی کو بھی زبردست چوٹ پہنچا سکتا تھا۔ اب آپ کسی

خطرناک جانوروں سے لڑنے میں حفاظت کے لیے اور دیگر نروں سے مادہ کے حصول کے لیے جنگ کے دوران کرتے ہیں۔ جب دوسرے ہرن آپس میں لڑتے ہیں تو وہ پہلے پیچھے ہٹتے ہیں اور پھر اپنی گردن قدرے خم کر کے بڑی تیزی سے ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ زوردار آواز کے ساتھ ان کے سینگ آپس میں الجھ جاتے ہیں اور یہ دونوں ہرن ایک دوسرے کو دھکا دیتے ہیں اور کھینچتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر جاتے ہیں اور پھر وہی عمل شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کی جنگیں بڑی دلچسپ ہوتی ہیں۔ سینگوں کے ٹکرانے سے زوردار آواز پیدا ہوتی ہے۔ اس تمام تر شور شرابے اور زور آزمائی کے بعد بھی میں نے اس طرح کی جنگوں میں کبھی خون بہتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہ جنگیں خالص شریفانہ تھیں اور اس میں شکست اسی کی ہوتی ہے جو تھک کر پیچھے ہٹ جاتا ہے گویا وہ اپنی شکست قبول کر لیتا ہے۔

ہرن اور ہرن کے قبیل کے دوسرے جانوروں کے





تھی یہ اس آواز کے مثل آواز تھی جیسی میں نے بارہ سگھے کی سنی ہے۔ ہرن کے بچوں میں تبدیلی بیست کو چھوڑ کر اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ چیتل کی پتے دار جلد اسے کیا فائدہ پہنچاتی ہے۔ بڑے چیتل اگر خطرے کی بوسو گھنٹے ہیں تو وہ وہاں سے بھاگ جانا پسند کرتے ہیں بمقابلہ اس کے کہ وہ اس جگہ بچے رہیں۔ درحقیقت چیتل کے گرد وہاں تک میں نے مشاہدہ کیا ہے کسی بھی علاقے میں زیادہ دیر نہیں ٹھہرتے جو انھیں کچھ عرصے کے لیے چھپا سکے بلکہ اس جگہ گھاس جڑتے ہیں جہاں زمین پر کچھ سایہ پڑ رہا ہو۔

میں نے چیتل کی بڑے گروہوں کو برگد اور دوسرے درختوں کے نیچے دیکھا ہے جہاں بندر کچھ کھاتے پیتے ہیں۔ ہرن ان پھلوں اور بیروں کو کھانے آتے ہیں جو بندروں کے ہاتھوں سے گرتے رہتے ہیں اور انھیں کسی دوسرے طریقے سے نہیں مل سکتے۔ جب چیتل کو کوئی خطرہ محسوس ہوتا ہے یا کسی بات کا شک ہوتا ہے تو وہ کھانا روک کر اپنا سر اور پراٹھاتا ہے اور خطرے کی طرف غور سے دیکھتا ہے۔ اگر وہ زیادہ فکر مند ہوتا ہے تو اگلی ٹانگوں کو زمین پر زور سے پٹکتا ہے جس سے گردہ کے دوسرے چیتل خبردار ہو جاتے ہیں جب وہ محسوس کرتے ہیں کہ ان کا بھاگ جانا ضروری ہے تو ایک لمحے میں وہاں سے غائب ہو جاتے ہیں اور اپنی دُیس اٹھا کر وہاں سے فرار اختیار کر لیتے ہیں۔

جاری.....

بالغ بارہ سگھے کے سر پر اُگی ہوئی سینگوں کی قوت کا اندازہ آسانی سے کر سکتے ہیں۔

افزائش نسل کے زمانہ میں بارہ سگھے زوردار آواز نکالتے ہیں اور دوسرے بارہ سگھوں کو چیلنج کرتے ہیں۔ یہ آواز ہاتھی کی چنگھاڑ اور گدھے کے رینگنے کی آواز کے درمیان کی محسوس ہوتی ہے لیکن کڑخت نہیں محسوس ہوتی۔ نزدیک سے اس طرح کی آواز غیر متوقع طور پر اگر کان میں پڑے تو انسان چونک جاتا ہے۔ میں جب کبھی آواز سنتا ہوں تو مجھے لگتا ہے کہ یہ آواز گھنے جنگل سے ہی آئی ہے۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ پتے دار ہرن چاروں طرف گھومتے ہیں اور کہیں سے بھی یہ آواز نکال سکتے ہیں۔

چیتل کی پتے دار کھال جانور کو خطرے سے بچاتی ہے جبکہ وہ دھوپ میں آرام کر رہا ہوتا ہے۔ ایک بار اتفاقاً ایک ہرنی کو اپنے نوزائیدہ بچے کو ایک جھاڑی کے پیچھے چھپاتے ہوئے دیکھا۔ جھاڑی بہت چھوٹی تھی اور ہرن کے بچے کے لیے زیادہ محفوظ ثابت نہ ہو سکی لیکن جب بچہ زمین میں سسڑ کر بیٹھا تو وہ نظروں سے قریب قریب اوجھل ہو گیا جس کی وجہ اس کے پتے دار جلد تھی جب ہرنی میری موجودگی سے بے خبر وہاں سے چلی گئی تو میں جھاڑی کے قریب گیا۔ ہرن کے بچے نے بھاگنے کی کوشش نہیں کی بلکہ خاموشی سے لیٹا مجھے دیکھتا رہا۔ صاف ظاہر ہے کہ وہ سمجھ رہا تھا کہ اپنی جلد کی وجہ سے وہاں محفوظ رہے گا۔ میں اس سے دو قدم کے فاصلے پر کھڑا اسے دیکھتا رہا جب ہرنی فکر مند انداز میں لوٹی تو مجھے دیکھ کر ایک ڈراؤنی چیخ نکالی میں جلدی سے پیچھے ہٹ گیا تاکہ ہرنی کے لیے پریشانی کا سبب نہ بنوں۔ لیکن بیٹے ہی میں نے ہرنی کی تیز چیمیں اور فکر مند آوازیں سنیں۔ اتفاقاً یہ آواز دوسری آواز

■
 مآخذ: شہر میں ایک جنگل، مصنف: کمارن ست سیوم، مترجم: عباس آصف، مصور: بی جی ورما، ناشران: چلڈرن بک ٹرسٹ، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، بچوں کا ادبی ٹرسٹ





ریڈ کراس: ایک بین الاقوامی انجمن

وخلوس کو گلے لگایا تھا۔

ہمیری نے سوئزرلینڈ کی جنگ اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ اس نے فوجیوں کی جان بچانے کے لیے اپنی جان کی بازی لگادی۔ پھر ناگہانی طوفان میں پھنسے لوگوں کی خدمت میں لگا رہا۔ تب اسے ایک خدمت کرنے والی انجمن بنانے کا خیال آیا۔ 1863 میں اس نے بین الاقوامی سطح پر ریڈ کراس تحریک کی بنیاد ڈالی۔ آج اس کی شاخیں ساری دنیا میں موجود ہیں۔ اس کا مقصد مصیبت میں پھنسے لوگوں کی مدد کرنا ہے۔ جنگ کے زمانے میں زخمی سپاہیوں کو طبی امداد پہنچانا، طوفان اور سیلاب میں پھنسے لوگوں کی مدد کرنا اس کا اولین مقصد ہے۔

■
Khairun Nisa Makandar
Sarkari Urdu Madarsa No: 2
Bel Hongle (Karnataka)

ریڈ کراس کی ابتدا ڈاکٹر ہیری ڈونالٹ نے کی۔ اس کے دولت مند والدین ڈونالٹ کو اعلیٰ تعلیم دلوانا چاہتے تھے۔ اس لیے اس کا داخلہ میڈیکل اسکول میں کروادیا گیا۔ تعلیم ختم کرنے کے بعد ہمیری ڈونالٹ نے بڑی نرمی سے یہ اعلان کیا کہ وہ آگے پڑھنا نہیں چاہتا بلکہ مریضوں کی خدمت کرنا چاہتا ہے۔ اس جواب کو سن کر اس کے والد کو تعجب ہوا۔ اس نے صاف کہہ دیا کہ ڈاکٹر کا اصل مقصد غریبوں اور ضرورت مندوں کی خدمت ہے۔ میں ذہنی اور جسمانی طور پر کمزور مریضوں کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ بیٹے کے اس جواب نے باپ کو لا جواب کر دیا۔ جیسا جیسے صاف سترے شہر کو چھوڑ کر اس نے کیلی فورنیا کی طرف رخ کیا جہاں غلاظت اور گندگی کا ڈھیر تھا۔ یہاں کے لوگ ہر طرح کی بیماری میں مبتلا تھے۔ اس نے اپنے عیش و آرام کو چھوڑ کر خدمت اور ہمدردی

پارکر سورج کا نیا پڑوسی

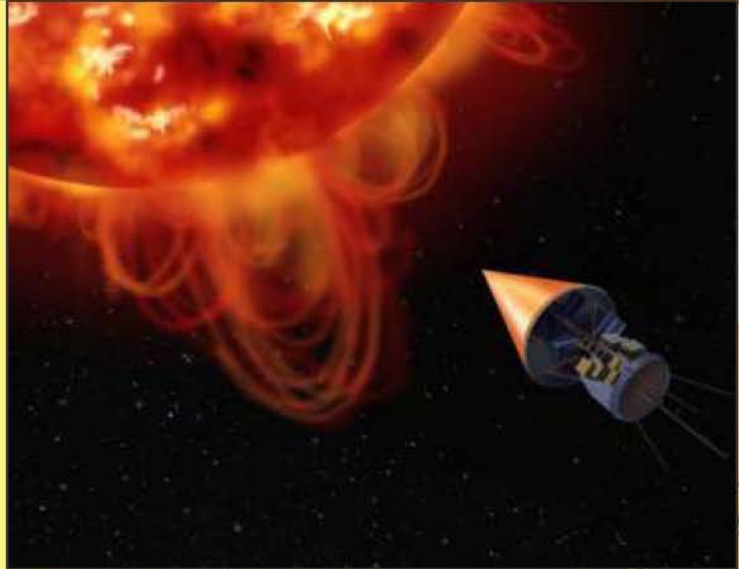


امریکی خلائی ادارے ناسا NASA نے تاریخ میں پہلی بار سورج کا قریب سے مطالعہ کرنے کے لیے مصنوعی سیارہ روانہ کیا ہے۔ فلوریڈا کے کیپ کیناؤرل Cape Canaveral ائرفورس اسٹیشن سے بھیجے گئے۔ اس مصنوعی سیارے کا نام مشہور ماہر طبعیات، خلا نورد اور ماہر فلکیات 91 سالہ ڈاکٹر یوجین پارکر Dr. Eugene Parker کے نام پر پارکر سولر پراب Parker Solar Probe رکھا گیا ہے یہ پہلا سیارہ ہے جس کا نام کسی زندہ آدمی کے نام پر رکھا گیا ہے اور یہ دنیا کا سب سے تیز رفتار سیارہ بھی ہے اس کی رفتار ایک لاکھ نوے ہزار کلومیٹر فی گھنٹہ 190000km/h ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نیویارک اور ٹوکیو کے درمیان کا فاصلہ ایک منٹ سے بھی کم وقت میں طے ہو جائے گا، ابھی تک انسانی ہاتھوں نے اس سے تیز رفتار کوئی چیز ایجاد نہیں کی ہے۔ یہ سیارہ اگلے سات سالوں میں سورج کے 24 چکر لگائے گا اور ہر چکر میں وہ سورج سے مزید نزدیک ہوتا جائے گا۔

اس خلائی جہاز کو انتہائی طاقتور راکٹ ڈیلٹا چارم ہیوی اس راکٹ Delta IV Heavy rocket کے ذریعے خلا میں بھیجا گیا ہے جو اسے اندرونی سولر سسٹم میں پہنچا دے گا، سورج کا درجہ حرارت 5778°C ہے پارکر کو تقریباً 1300°C تک درجہ حرارت سہتا پڑ سکتا ہے جبکہ 1300°C پر تو اسٹیل بھی پگھل کر پانی ہو جاتا ہے اتنے زیادہ درجہ حرارت کو برداشت کرنے کے لیے اس میں 11.43 انچ موٹی خصوصی کاربن کمپوزٹ ہیٹ شیلڈ لگائی گئی ہے یہ سب کچھ تب ہے جب کہ پارکر کی سورج سے کم سے کم دوری 61 لاکھ کلومیٹر ہوگی یہ سورج سے کتنا قریب ہوگا اس کا اندازہ لگانے کے لیے زمین سے سورج کی دوری کا تصور کرنا چاہیے جو کہ تقریباً پندرہ کروڑ کلومیٹر ہے 150000000:610000 یہ دوری اور یہ نزدیکی، اس لیے کہہ سکتے ہیں کہ پارکر سورج کی ناک کے نیچے جا کر اپنا کام کرے گا۔ اس سے پہلے بھی ناسا کی جانب سے سورج کا مطالعہ کرنے کی ایک کوشش 1976 ہوئی تھی جب ہیلیوس دوم Helios 2 نام کا مصنوعی سیارہ سورج کی طرف بھیجا گیا تھا لیکن اس کی سورج سے دوری چار کروڑ تیس لاکھ کلومیٹر تھی۔

اس خلائی جہاز کو انتہائی طاقتور راکٹ ڈیلٹا چارم ہیوی اس راکٹ Delta IV Heavy rocket کے ذریعے خلا میں بھیجا گیا ہے جو اسے اندرونی سولر سسٹم میں پہنچا دے گا، سورج کا درجہ حرارت 5778°C ہے پارکر کو تقریباً 1300°C تک درجہ حرارت سہتا پڑ سکتا ہے جبکہ 1300°C پر تو اسٹیل بھی پگھل کر پانی ہو جاتا ہے اتنے زیادہ درجہ حرارت کو برداشت کرنے کے لیے اس میں 11.43 انچ موٹی خصوصی کاربن کمپوزٹ ہیٹ شیلڈ لگائی گئی ہے یہ سب کچھ تب ہے جب کہ پارکر کی سورج سے کم سے کم دوری 61 لاکھ کلومیٹر ہوگی یہ سورج سے کتنا قریب ہوگا اس کا اندازہ لگانے کے لیے زمین سے سورج کی دوری کا تصور کرنا چاہیے جو کہ تقریباً پندرہ کروڑ کلومیٹر ہے 150000000:610000 یہ دوری اور یہ نزدیکی، اس لیے کہہ سکتے ہیں کہ پارکر سورج کی ناک کے نیچے جا کر اپنا کام کرے گا۔ اس سے پہلے بھی ناسا کی جانب سے سورج کا مطالعہ کرنے کی ایک کوشش 1976 ہوئی تھی جب ہیلیوس دوم Helios 2 نام کا مصنوعی سیارہ سورج کی طرف بھیجا گیا تھا لیکن اس کی سورج سے دوری چار کروڑ تیس لاکھ کلومیٹر تھی۔

آکسائیڈ، آکسیجن، ہیلیم، he، نائٹروجن اور دوسرے عناصر جیسے نیون neon، لوہا، سکون، میگنیشیم، سلفر وغیرہ پائے جاتے ہیں، سورج میں ہونے والے ری ایکشن میں ہر سیکنڈ میں چالیس لاکھ ٹن ہائیڈروجن کے جلنے سے انرجی اور ہیلیم خارج ہوتی ہے سورج اپنے اندر موجود ہائیڈروجن کو اگلے پانچ ارب سالوں تک جلاتا رہے گا۔



اس خلائی جہاز کا نام ڈاکٹر یوجین پارکر

کے نام پر رکھا گیا ہے جو گویا ان کی خدمات کا اعتراف ہے، شکاگو یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر یوجین نے 1959 میں پہلی بار دنیا کو بتایا کہ سورج میں زبردست لپٹیں اور بلند شعلے Solar Flares اٹھتی ہیں ان آفتابی شعلوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والی لہریں زمین پر بجلی کی ترسیل کو متاثر کر سکتی ہیں اور ساتھ ہی سیٹلائٹ سسٹم پر منفی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں اس مشن کے ذریعے ان آفتابی شعلوں کا مطالعہ کیا جائے گا نیز یہ مصنوعی سیارہ زمین کے درجہ حرارت کو قابو میں رکھنے میں بھی مددگار ثابت ہوگا، ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ یہ مشن کامیاب ہوگا اور Solar Flares سے ہونے والے نقصانات سے زمین کو بچایا جاسکے گا اور سورج کے بارے میں کچھ اور رازوں سے پردہ ہٹے گا۔

10 اگست 2018 بروز ہفتہ مقامی وقت کے مطابق صبح 3:31 پر پارکر نے اپنے مین سے اڑان بھری اور اگلے دن ناسا نے اعلان کیا کہ سیٹلائٹ کامیابی سے راکٹ سے الگ ہو کر اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو گیا ہے، پارکر سورج کے علاقہ کرونا Galactic Corona میں جائے گا اور اس سفر میں اسے سات سال لگیں گے کرونا پلازما زمہ گیس کا ایک ہالا ہوتا ہے جو ہر ستارے کے گرد لاکھوں کلومیٹر تک پھیلا ہوتا ہے پارکر اپنے سفر کے دوران زمین کے مدار کی حدود سے نکل کر پڑوسی سیارہ زہرا کی جانب بڑھے گا جہاں سے اسے نصف دائرہ بناتے ہوئے گزرنا ہے، پارکر میں لگے خصوصی تحقیقاتی آلات کے لیے معتدل درجہ حرارت مہیا کرنے کے لیے اس کے باہری حصہ میں کاربن کی خصوصی حفاظتی شیلڈ لگائی گئی ہیں جو کہ 1300° درجہ حرارت میں بھی ان آلات کی حفاظت کریں گی، یہ تحقیقاتی آلات سورج کا مطالعہ کریں گے اور نتائج زمین پر موجود اسپیس سینٹر کو بھیجیں گے۔

سورج میں مختلف گیس جیسے ہائیڈروجن، کاربن ڈائی

Amra Tijarwi

C/o Zafaruddin, Masjid Wali Gali

Azad Nagar ITI Road

Aligarh - 202001 (UP)

اچھی سوچ

یا اللہ یہ کیا ہو گیا تو نے ایسے رحم دل بادشاہ کو کیوں اٹھالیا اس کی جگہ مجھے اٹھالیا ہوتا۔

کچھ دیر بعد انھیں لکڑہارا آتا ہوا نظر آیا جو جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر انھیں بیچنے جا رہا تھا۔ بادشاہ اکبر نے سوچا یہ لکڑہارا ہماری اجازت کے بغیر ہمارے ہی جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بیچ دیتا ہے۔ میں اس کو سخت سے سخت سزا دوں گا ادھر وہ لکڑہارا قریب آیا تو بیربل نے اس لکڑہارے سے کہا: میاں لکڑہارے بادشاہ اکبر کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ سن کر لکڑہارا بہت خوش ہوا اور کہنے لگا اچھا ہوا مر گیا میں تو اس خوشی میں جلیبیاں بانٹوں گا۔

پیارے بچو! ہمیں اس کہانی سے یہ سبق ملتا ہے ہمیں بھی دوسروں کے بارے میں اچھا ہی سوچنا چاہیے کیونکہ دوسروں کا برا سوچنے والا کبھی اپنی فکر نہیں کرتا وہ صرف دوسروں کے عیب ڈھونڈنے میں لگا رہتا ہے اور بدگمانی کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ میں اپنا دل مثل آئینہ شفاف رکھتا ہوں مجھے اچھا نہیں لگتا کسی سے بدگمان ہونا

میرے پیارے پیارے ساتھیو! آپ نے یہ تو سنا ہوگا کہ جو جیسا کرے گا ویسا ہی بھرے گا یا جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ اگر ہم دوسرے کے بارے میں اچھا سوچیں گے تو وہ بھی ہمارے بارے میں اچھا ہی سوچے گا اور اگر ہم دوسرے کے بارے میں برا سوچیں گے تو وہ بھی ہمارے بارے میں برائی سوچے گا آئیے میں آپ کو ایک کہانی سناتا ہوں۔

ایک مرتبہ بادشاہ اکبر اور بیربل سیر کو نکلے۔ بیربل نے کہا حضور! جیسا ہم دوسرے کے بارے میں سوچتے ہیں ویسا ہی وہ ہمارے بارے میں سوچتا ہے۔ بادشاہ اکبر کہنے لگے ایسا کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ بیربل نے کچھ دیر سوچ کر کہا: حضور میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے بیربل نے دیکھا کہ سامنے سے ایک بوڑھی عورت آرہی ہے۔ بیربل نے بادشاہ اکبر کو فوراً ایک پیڑ کی آڑ میں چھپ جانے کو کہا۔ بادشاہ اکبر فوراً ایک پیڑ کی آڑ میں چھپ گئے اور سوچنے لگے کہ پیچاری کتنی بوڑھی عورت ہے۔ اس سے چلا تک نہیں جا رہا۔ آج ہی میں شاہی محل سے اس کے رہنے اور کھانے کا انتظام کروا دوں گا۔ ادھر وہ بوڑھی عورت قریب آئی تو بیربل بولا اماں تمہیں کچھ خبر بھی ہے بڑھیا بولی! کیوں کیا ہوا؟ بیربل بولا اماں بادشاہ اکبر کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ سنتے ہی بوڑھی عورت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے وہ بولی

Ubedullah Ibrahimi

Gali Karthik Path, Mohalla Tari

Sironj (Madhya Pradesh)

اقوالِ زریں



- ✓ بارگاہِ الہی میں سب سے زیادہ اثر والی چیز دعا ہے۔
- ✓ سادہ اور باوقار لباس عورت کی عظمت کی حفاظت کرتا ہے۔
- ✓ عورت ایک حسین تحفہ ہے جس کی گود میں پیغمبروں نے پرورش پائی ہے۔
- ✓ جن کی ہتھیلی میں سخاوت ہو وہ جنتی ہیں۔
- ✓ دل کی بزدلی سے ہمت اور طاقت دونوں کمزور ہو جاتے ہیں۔
- ✓ گھر میں سب کے ساتھ بھلائی کرو اور حسنِ اخلاق سے پیش آؤ۔
- ✓ عورت کی آواز وقت کی آواز سے بھاری ہوتی ہے۔
- ✓ نیک نامی انسانیت کا زیور ہے۔
- ✓ خوش خطی کا خاص خیال رکھیں، یہ طالب علم کا زیور ہے۔
- ✓ زبان کی پاکیزگی اس کی خاموشی ہے۔

Qazi Zia Alam Kosgavi
Hyderabad (Telangana)

علم



- ✓ علم کو روٹی کمانے کا ذریعہ مت بناؤ۔ علم آپ اپنا صلہ ہے۔
- ✓ علم ایسی طاقت ہے جس سے کامل آدمی چست ہو جاتا ہے
- ✓ علم خدائی عطیہ ہے
- ✓ علم اللہ تعالیٰ کا فضل ہے
- ✓ علم وہ دولت ہے جس کو زوال نہیں
- ✓ علم ایک ایسا چراغ ہے جو انسان کو روشنی دیتا ہے
- ✓ علم والے سے علم سیکھو اور جاہل کو علم سکھاؤ۔

Sameera Begum Mujeeb Khan
Class: IX, Fatima Girls High School
Begum Pura, Aurangabad (MS)



آپ کا دماغ کتنا تیز ہے؟

دوستو! یہ دونوں تصویریں دیکھنے میں تو ایک جیسی لگتی ہیں لیکن تصویروں کی نقل بنانے والے سے ایک دو نہیں بلکہ دس غلطیاں ہو گئی ہیں۔ کیا آپ ان غلطیوں کو تلاش کر سکتے ہیں؟ 10 منٹ میں اگر آپ نے تمام غلطیاں تلاش کر لیں تو سمجھیے کہ واقعی آپ کا دماغ بہت تیز ہے۔



جوابات اسی شمارے میں تلاش کریں



ہنسی کے غبارے

کی امید نہ رہی تو انھوں نے تمام دوست اور رشتہ داروں سے ملنے سے انکار کر دیا، اسی دوران ایک ایسا دوست ان سے ملنے آیا جو نماز، روزے کا پابند نہیں تھا۔ ملا نے اسے فوراً اندر بلا لیا۔ اس نے حیرت سے پوچھا ”ملا صاحب! آپ نے دوسرے لوگوں سے تو ملنے سے انکار کر دیا مگر مجھ سے ملنا کیوں پسند فرمایا؟“

ملا صاحب بولے ”مجھے یقین ہے کہ ان سب لوگوں سے جنت میں ملاقات کروں گا لیکن آپ کے ساتھ میری یہ آخری ملاقات ہے۔“

استاد نے شاگرد سے پوچھا ”بتاؤ چائے نقصان دہ ہے یا فائدہ مند۔“

شاگرد نے جواب دیا ”جناب! اگر پلانی پڑے تو نقصان دہ ہے اور اگر کوئی پلائے تو فائدہ مند۔“

استاد (لطیف سے) ”تم نے جغرافیہ کا سوال یاد کیوں نہیں کیا؟“

لطیف ”جناب! کل ایک سیاست داں کہہ رہا تھا کہ عنقریب ہم دنیا کا نقشہ بدل دیں گے۔“

ایک آدمی (ڈاکٹر سے) ”ڈاکٹر صاحب! میرے بیٹے کا قد نہیں بڑھ رہا، اس کا کوئی علاج بتائیں۔“
ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا ”اس کا نام مہنگائی رکھ دیجیے، خود بخود بڑھنے لگے گا۔“

ایک اسکول میں وزیر تعلیم آنے والے تھے۔ سارا عملہ فکر مند تھا۔ اساتذہ نے بچوں کو سوالات کی مشق کروادی۔ ایک لڑکے کو صرف اس بات کی مشق کروائی گئی کہ جب وزیر تعلیم تم سے پوچھیں گے کہ تمہیں کس نے بنایا تو جواب دینا، ہمیں اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔

وقت مقررہ پر وزیر تعلیم تشریف لائے تو انھوں نے کلاس سے سوال کیا ”بھئی! آپ لوگوں کو کس نے بنایا ہے؟“
پوری کلاس پر خاموشی چھائی رہی، وزیر تعلیم نے یہی سوال جب دوبارہ پوچھا تو ایک چھوٹی سی بچی نے اپنی سیٹ سے اٹھ کر کہا ”سر! جس لڑکے کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے وہ آج اسکول نہیں آیا۔“

جب ملا نصیر الدین کا آخری وقت آیا اور انھیں اپنے بچنے



کسی ندی کے کنارے ہری بھری گھاس اُگی تھی۔ قریب ہی بہت اونچے اونچے پیڑ تھے۔

ایک دن ایک اونچا پیڑ غرور کے ساتھ چھوٹی سی ہری گھاس سے کہنے لگا دیکھو میں کتنا بڑا اور طاقتور ہوں۔ میرے مقابلے تم چھوٹی اور کمزور ہو۔

گھاس پیڑ کی بات پر مسکرا کر خاموش ہو گئی۔ پھر ایک دن زوردار طوفانی ہوا چلی اور تیز بارش ہونے لگی۔

اونچا پیڑ ٹوٹ کر نیچے گرا مگر گھاس سر جھکائے کھڑی رہی۔ ٹوٹ کر گرے ہوئے پیڑ کو اپنے غرور کا احساس ہوا کہ کوئی کتنا بھی اونچا کیوں نہ ہو، عاجزی و انکساری سے رہنا چاہیے۔

Tarannum Khateeb

Govt Urdu Higher Primary Madarsa No 2
Bel Hongle, Karnataka

بیٹی خدا کا انمول تحفہ ہے۔ کہتے ہیں کہ جب خدا بہت خوش ہوتا ہے تب بیٹی دیتا ہے۔ ایک بیٹی کے گھر میں آنے سے خوشیاں ہی خوشیاں ہوتی ہیں۔ کچھ لوگ ایک بیٹی کے پیدا ہونے سے کتنے خوش ہوتے ہیں اور کچھ لوگ بیٹی کے پیدا ہونے کو منحوس سمجھتے ہیں اور جن کے بیٹے ہوتے ہیں بیٹیاں نہیں وہ اپنے بیٹوں کو اپنا غرور سمجھتے ہیں لیکن انھیں کیا پتہ کہ بیٹی کیا ہوتی ہے۔ اگر بیٹی کچھ کرنے کی ٹھان لیتی ہے تو کر کے دکھاتی ہے۔ لاکھ بیٹوں سے ایک بیٹی اچھی۔ ماں باپ کے سکھ دکھ کی ساتھی بیٹی ہوتی ہے۔ اگر بیٹا اپنے ماں باپ کا ساتھ چھوڑ دے تو بیٹی کبھی اپنے ماں باپ کا ساتھ نہیں چھوڑے گی۔ بیٹی سسرال جانے کے بعد بھی اپنے ماں باپ کی فکر کرتی ہے۔ آج کے زمانے میں بیٹی بیٹوں سے کچھ کم نہیں۔ وہ تو بیٹوں کے کندھوں سے کندھا ملا کر چلتی ہے۔

Misbah S. Zunjwadkar

Urdu High School Kharapur

Taluk: Kharapur

Distt: Belgaon - 591302(Maharashtra)



تعلیم کی اہمیت

کو ہوتی ہے۔ بغیر تعلیم کے انسان کی زندگی ادھوری ہے۔ تعلیم سے اچھے اور برے میں فرق سمجھ آتا ہے۔

اللہ نے انسان کو دنیا کی تمام نعمتوں سے نوازا ہے اور سب چیزوں کو اس کے ماتحت کیا کیونکہ انسان تعلیم کی وجہ سے ہی سب سے اعلیٰ ہے۔ انسان کو علم حاصل کر کے ہی کامیابی ملتی ہے۔ لارڈ بیکن کا نہایت عمدہ قول ہے کہ ”علم سے عمل نہیں آجاتا۔ علم کو عمل میں لانا، علم سے برتر ہے اور مشاہدہ آدمی کی زندگی کو درست اور اس کے علم کو باعمل یعنی اس کے برتاؤ میں کر دیتا ہے۔“

اس لیے تعلیم کی اہمیت سب سے اعلیٰ ہے
اے علم کیا ہے تو نے ملکوں کو نہال
غائب ہوا تو جہاں سے وہاں آیا زوال
ان پر ہوئے غیب کے خزانے مفتوح
جن قوموں نے ٹھہرایا تجھے راس المال

Shaikh Yasmeen Kalim

Chalis Gone Road

Ghar No: 204, Near Hedayat Masjid East

Hudco, Dhule - 424001 (Maharashtra)

موجودہ دور میں ہماری زندگی میں تعلیم کی بہت اہمیت ہے۔ تعلیم کی ضرورت ہر انسان کو ہے۔ کیونکہ تعلیم سے ہی انسان زندگی جینے کا سلیقہ سیکھتا ہے۔ وہ تعلیم ہی ہے جو انسان کو انسان بناتی ہے۔ جس طرح آسمان میں اڑنے کے لیے پرندوں کو پروں کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح انسان کو ترقی کی اونچائی پر پہنچنے کے لیے تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے۔ انسان جب دنیا میں آتا ہے تو وہ ناسمجھ اور بے عقل ہوتا ہے۔ جب وہ بڑا ہو کر اسکول اور مدرسہ جاتا ہے تو زندگی کو جینے کا طریقہ سیکھتا ہے۔ تعلیم سے ہی سرسید احمد خاں، علامہ اقبال اور کئی سارے رہنماؤں کا نام دنیا میں روشن ہوا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

پرندوں کو نہیں دی جاتی تعلیم اڑانوں کی
وہ خود ہی طے کرتے ہیں منزل آسمانوں کی
رکتے ہیں جو حوصلہ آسمانوں کو چھونے کا
ان کو نہیں ہوتی پرواہ گر جانے کی
تعلیم انسان کے لیے بہت ضروری ہے۔ چاہے امیر ہو یا غریب، مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بوڑھا۔ تعلیم کی ضرورت ہر کسی

ماحول



مم سبھی بچپن سے بہت سی باتیں سیکھتے ہیں اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن 90 فیصد باتیں صرف سنی جاتی ہیں، ان پر عمل نہیں کیا جاتا۔ تو ایک سوال دماغ میں آتا ہے کہ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے کہ ہم بہت سی باتوں پر عمل نہیں کرتے۔

اردو بولنے میں وقت ہوگی۔ جب ایک ہی ہے ماحول۔ اور پر کی ساری مثالیں صرف اور صرف ماحول کے اثر کو سمجھنے کے لیے دی گئی ہیں۔ اگر آپ ایک طالب علم ہیں تو صرف دس منٹ اکیلے میں بیٹھیے اور سوچئے کہ آپ کے کون کون دوست ہیں، کون دشمن ہیں، پھر دوست کیسے ہیں کس طرح کا اخلاق ہے کیسی تربیت ہے پھر آپ سوچیں گے کہ ہاں وہ تو ایسا ہے، ٹھیک لڑکا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہیے کیونکہ اگر آپ اس کے ساتھ رہیں گے تو اس کے برے اخلاق اور تربیت کا اثر ہوگا۔ کچھ دنوں بعد یہ ظاہر بھی ہوگا لیکن آپ نہیں پائیں گے کہ کیا ہوا۔ اس لیے ابھی سے اپنی سنگت کے بارے میں سوچئے کہ کہیں آپ غلط لوگوں کے ساتھ دوستی نہیں رکھ رہے ہیں۔ اگر خود کو ایسے لوگوں میں پائیں تو اس حلقے سے دور ہو جائیے۔

ماحول کا اثر انسان پر ہی نہیں حیوان پر بھی ہوتا ہے، اس لیے خود کو اچھے سے اچھے ماحول اور سنگت میں رکھیے۔ کہیں ایسا وقت نہ آجائے کہ سارے دروازے بند ہو جائیں اور آپ پچھتاتے رہیں۔

چلیے اس کی بھی وضاحت کر دیتے ہیں کہ کیوں کچھ باتوں پر عمل نہیں کرتے اور کیوں کچھ پر کرتے ہیں۔ پہلے آپ اپنے خاندان کے لوگوں کے بارے میں سوچئے کہ کون کیسا ہے؟ کون آپ سے کیا کرنے کو کہہ رہا ہے؟ کہہ رہا ہے تو کیوں کہہ رہا ہے؟ کیا اس سے آپ کا کوئی فائدہ ہے؟ مثلاً آپ کی امی نے کہا: 'جاؤ، پڑھائی کرو۔' تو امی نے آپ کے اچھے کے لیے پڑھنے کو کہا تا کہ آپ وقت ضائع نہ کریں۔ اس سے آپ ہی کا تو فائدہ ہے۔ اس طرح بات واضح ہوگئی کہ کیسے کسی کی بات کو پرکھیں، کیسے جانیں کہ وہ غلط ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ماحول کا اثر کس طرح پڑتا ہے۔ اچھا اگر میں آپ سے کہوں کہ سنسکرت/عربی/روانی سے بولیں تو ظاہر ہے آپ کو دقت ہوگی کیوں؟ ایک سوال آیا کس بات کو پرکھا جا رہا ہے کیوں سے۔ آپ کو دقت اس لیے ہوگی کہ پیدا ہونے کے بعد سے آپ اردو زبان ہی سنتے ہیں اور جو بچے دوسرے ملک (foreign countries) کے ہوں تو انھیں

Tarbiya Hayat D/o Shamshad Ahmad

Doman Pura, Sarju Ray ka Pura

Mau Nath Bhanjan - 275101 (UP)





الماس شیخ سعید، جماعت ششم، سہاش گھر اردو اسکول، شیرپور، دھولپہ، مہاراشٹر



حمیدہ کوئین بنت منظور احمد دکنی، دیبہ چہارم
انجمن اسلام اردو میڈیم اسکول گلبرگ، کرناٹک



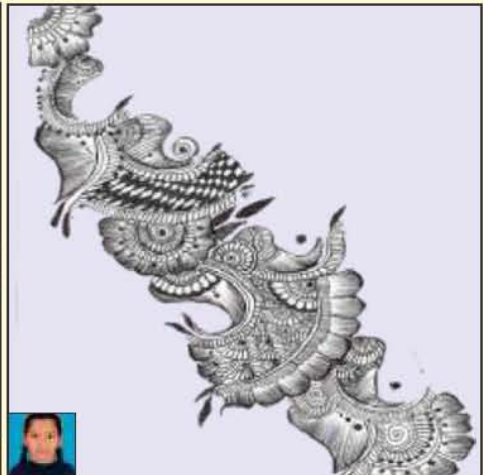
وینک یادو، دیبہ چہارم بی
سنو اسکول، سینٹر سیکنڈری اسکول، راجپور، یوپی



شیشیر علی شرافت علی، دیبہ ہشتم، نور اردو ہائی اسکول، دھولپہ، مہاراشٹر



زگرس بی شیخ مشیر، الحسات اردو ہائی اسکول، رسلپہ، تھلقہ راویر، مہاراشٹر



نثار احمد ٹانک، دیبہ ششم، GUHPS No: 2، پتل ہوٹل، کرناٹک





نئے فنکار



جمال احمد شیخ عارف، درجہ ہفتم، نور اردو ہائی اسکول، دھولیہ، راجپور، یو پی



پربھ کرمت سنگھ، درجہ چہارم بی، سنوے اسکول، سینٹر سیکنڈری اسکول، راجپور، یو پی



شہباز اکیم، درجہ دہم بی، سنوے اسکول، سینٹر سیکنڈری اسکول، راجپور، یو پی



طہور اشرفین نعیم احمد، درجہ دہم بی، شفیع آباد، مالنگاؤں، مہاراشٹر



عاقب امام الدین، درجہ سوم، سہاش گرو اردو اسکول، مہاراشٹر



مدیحہ انجم جعفر بیگ، درجہ ہفتم، ضلع پریشد اردو ڈیجیٹل اسکول کرہ دیگھ، امراتقی، مہاراشٹر



facebook اردو فیس بک



میں جو نظمیں اور کہانیاں چھپتی ہیں، وہ بہت دلچسپ اور سبق آموز ہوتی ہیں۔ اس رسالے کے بارے میں اپنے دوستوں کو بھی بتلاتی ہوں۔ سچ سچ یہ رسالہ بہت اچھا ہے۔

نادیہ نسیم، سر ڈوگس اسکول، جھاجھا، جموٹی، بہار

میں بچوں کی دنیا بہت شوق سے پڑھتا ہوں۔ میرے ابو بہت سے رسالے لاتے ہیں جیسے جنت کے پھول، گل بوٹے، بچوں کا ہلال، پیام تعلیم، مگر بچوں کی دنیا مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔ ایک ہی نشست میں پورا پڑھ ڈالا۔ یقیناً بچوں کی دنیا ہم فونہالوں کے لیے رہنمائی کر رہا ہے۔

محمد مصعب عادل انصاری، درجہ پنجم، المنار پرائمری اسکول، پوند، مہاراشٹر

یہ اپنا پیارا رسالہ 'بچوں کی دنیا' پابندی سے پڑھتی ہوں۔ مجھے کہانیاں، لطیفے وغیرہ بہت اچھے لگتے ہیں۔ یہ ہمارے انکل منگواتے ہیں۔

علمی ایوب خان، درجہ سوم، نمبر 181، فور تھ مین، منہاج نگر، بنگلور، کرناٹک



میں دلشاد فاطمہ صوبہ بہار مظفر پور کی رہنے والی ہوں۔ میں درجہ دوم میں پڑھتی ہوں۔ میرے گھر بہت سارے بچے ہیں۔ مولوی صاحب گھر پر آکر ہم لوگوں کو اردو پڑھاتے ہیں۔ میں بھی تھوڑی تھوڑی اردو جان چکی ہوں۔ مجھے اردو پڑھنے میں اچھا لگتا ہے۔ رسالہ 'بچوں کی دنیا' ہر ماہ میرے گھر آتا ہے۔ مجھے اس میں دی گئیں تصویریں بہت پسند ہیں۔

دلشاد فاطمہ، نرائن ایجوکیشنل پوائنٹ، مظفر پور بہار

میرا نام سمیہ آفرین ہے۔ مجھے 'بچوں کی دنیا' بہت پسند ہے۔ جب 'بچوں کی دنیا' میں میرا نام آیا تو مجھے بہت خوش ہوئی۔ بچوں کی دنیا ایسا رسالہ ہے جو ہر بچے کو خوش کرتا ہے۔ 'بچوں کی دنیا' ہماری کلاس کے بہت سارے بچے خریدتے ہیں۔ اس میں اپنی ڈرائنگ اور کہانیاں بھیجتے ہیں۔ بچوں کی دنیا میں شائع کہانی اور ڈرائنگ مجھے بہت پسند آتے ہیں۔

سمیہ آفرین محمد ذاکر، جی این آزاد اردو ہائی اسکول ایڈز جوئر کالج، مہاراشٹر

سر! مجھے یہ بتاتے ہوئے بے انتہا مسرت ہو رہی ہے کہ آپ نے میرا خط، اقوال بچوں کی دنیا میں شائع کیا اور بعد میں آپ نے میری ہم جماعت سہیلیوں کے اقوال، خط وغیرہ بھی شائع کیے۔ اس کے لیے میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔

شائلہ ارم محمد اعجاز، درجہ ہفتم، جی این آزاد اردو ہائی اسکول، اکولہ، مہاراشٹر

میرا نام تزئین ہے۔ 'بچوں کی دنیا' کتاب ہمارے گھر ہر ماہ آتی ہے کیونکہ میری بڑی بہن ثامین مالدار اس جریدے کی سالانہ خریدار ہے۔ یہ کتاب مجھے بہت پسند ہے۔ اس میں بچوں کی بھیجی گئی نظمیں، کہانیاں وغیرہ ہوتی ہیں۔

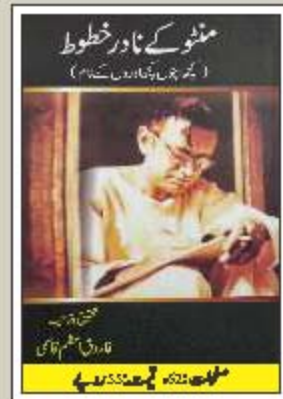
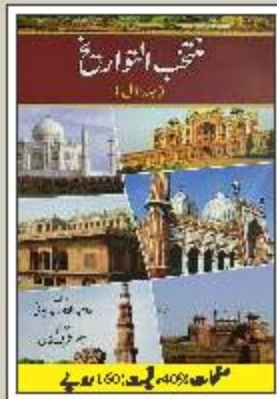
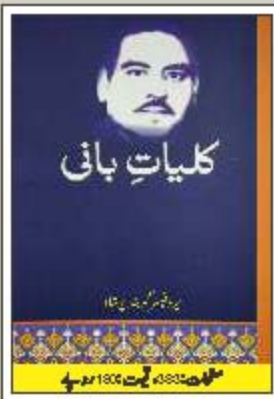
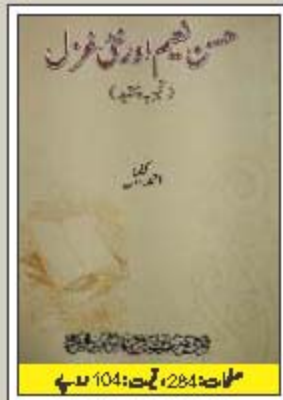
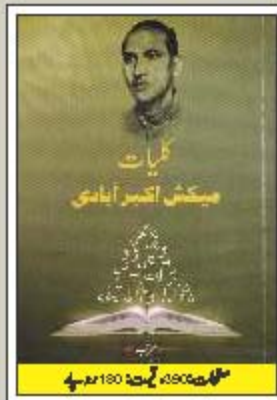
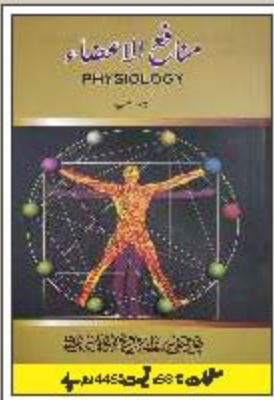
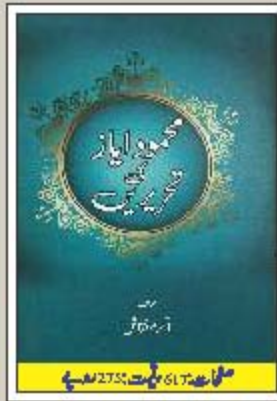
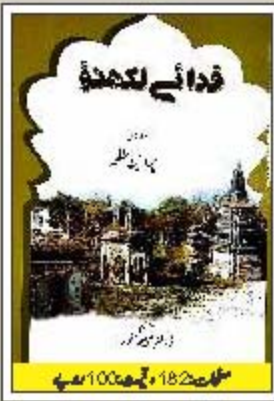
تزئین محمد فاروق مالدار، درجہ ششم، سرکاری اردو مدرسہ نمبر 2، نیل ہوٹل، کرناٹک



میرا نام نادیہ نسیم ہے۔ میں درجہ سوم کی طالبہ ہوں۔ مجھے اردو پڑھنی اور لکھنی بھی آتی ہے۔ میرے گھر 'بچوں کی دنیا' برابر آتا ہے۔ میں اسے اپنی آپا کی مدد سے پڑھتی ہوں اور مزہ لیتی ہوں۔ 'بچوں کی دنیا'



قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی چند مطبوعات

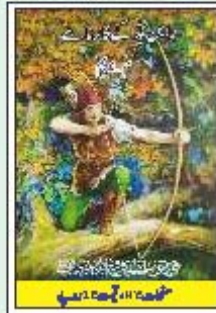
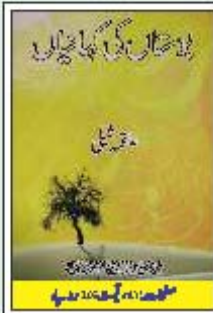
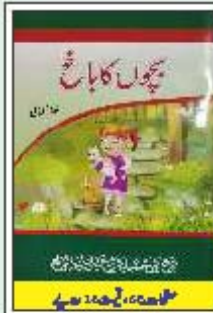
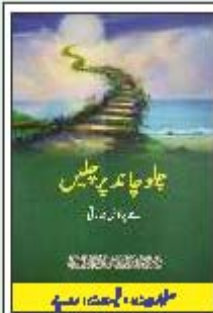


شعبہ فروخت: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی - 110068
 فون: 011-26109746، فیکس: 011-26108159، E-mail: ncpulsealeunit@gmail.com, sales@ncpul.in



ایک قدم صفائی کی جانب

بچوں کے لیے قومی اردو کنسل کی چند دل چسپ کتابیں



خریداری کے لیے رابطہ کریں:

شعبہ فروخت: قومی کنسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی - 110068

فون: 11-26108748، 11-26108158، فیکس: 11-26108748، E-mail: ncplsalesunit@gmail.com, sales@ncpl.in